اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ
اور۔۔ انسپکٹر جمشید سیریز
ناول نمبر ۳۹۵
زندہ مقتول
اشتیاق احمد

نام ناول: —— زندہ مقتول
طابع : —— اشتیاق احمد
کتابت: —— محمد اشفاق زاہد
سرورق: —— طاہر الیس ملک
قانونی مشیر —— شمیم احمد ایڈووکیٹ
مطبع : —— عظیم علیم پرنٹرز
قیمت —— روپے

اشتیاق پبلی کیشنز
۹/۱۲ نصیر آباد —— مسلم پورہ — سانده کلاں —— لاہور
فون نمبر: 321537

احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کو طاقت ہو (یعنی اتنی دولت اس کے پاس ہو) اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے —

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۱۴، حدیث نمبر ۴

○

ابنِ سیرین نے کہا، میں نے ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا، کیا قربانی واجب ہے؟ اُنھوں نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے قربانی کی اور مُسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد قربانی کی اور یہ سنت جاری ہوگئی —

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۱۵، حدیث نمبر ۵

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب نے عرض کیا، یا رسول اللہ ان قربانیوں سے کیا فائدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، تمھارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنت ہے (یعنی ان کا طریقہ ہے) لوگوں نے کہا، پھر ہم کو اُن میں کیا ملے گا؟ (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریق پر چلنے سے ہمارا کیا فائدہ ہوگا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جتنے بال قربانی کی بکری میں ہوں گے، ہر ایک بال کے بدل ایک نیکی ملے گی۔ لوگوں نے عرض کیا، اور بھیڑ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، بھیڑ میں بھی ہر ایک بال کے بدل ایک نیکی ملے گی۔

سُنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۱۷، حدیث نمبر 9

دو باتیں

السّلام علیکم!

آپ کے کچھ دوست تو ہوں گے.... یا آپ کچھ لوگوں کے دوست ہوں گے.... آپ اپنے دوستوں پر جان چھڑکتے ہوں گے۔ محاورۃً بات کر رہا ہوں.... کہیں آپ عملاً جان چھڑکنے کی بات ذہن میں لے آئیں.... جان کوئی گرم مصالحہ نہیں کہ بس آپ فوراً اُسے چھڑک دیں گے۔

• ہاں تو میں بات کر رہا تھا.... دوستوں کی۔ کہا جاتا ہے.... آج کے اس دور میں.... رنگ و بو کی دنیا میں.... مادہ پرستی کے دور میں.... نفسا نفسی کے دور میں.... دولت

کی دوڑ میں .... راتوں رات مال دار بننے کے
خواب دیکھنے کے طوفان میں .... سچے دوست
مل جائیں .... ناممکن ہے۔

سچا دوست ملنا واقعی بہت مشکل ہے....
میں ناممکن کا لفظ نہیں بولوں گا .... کیونکہ
کم از کم یہ ناممکن نہیں ہے۔ کہیں نہ کہیں کسی
سچی دوستی کی مثال مل بھی جاتی ہے،
اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت
نہیں .... بس آپ یہ سوچ لیں .... کوئی سچا
دوست نہیں ملتا نہ سہی .... میرا دوست میرا سچا
دوست نہیں ہے نہ سہی .... مجھے اس سے
کیا .... مجھے تو خود کو سچا دوست ثابت ہونا ہے
اور بس ....

یہ سنہری نسخہ استعمال کر کے دیکھیں .... دنیا
سچے دوستوں سے بھری پڑی نظر آئے گی۔ اور
اگر آپ یہ ضرورت محسوس کریں .... میرا مطلب ہے
یہ جاننے کی ضرورت محسوس کریں گے کہ آپ
کا جو دوست ہے .... وہ سچا دوست ہے یا جھوٹا،
تو محاورہ ہے .... دوست وہ جو ضرورت کے وقت

کام آئے .... آپ کا دوست اگر ضرورت کے وقت کام
آتا ہے تو اسے سچا ہی خیال کریں .... ہاں
اس میں ایک مشکل ہے .... اگر آپ کو ضرورت
ہی کوئی پیش نہ آئے گی تو آپ کیا کریں
گے .... اس کا مطلب ہے .... آپ .... اپنے
دوست کو اس پیمانے پر نہیں ناپ سکیں
گے .... خیر میں اس کے لیے بھی ایک فارمولا
بتا دیتا ہوں ....

آپ اب تک یہ سوچنے لگے ہوں گے کہ
یہ ناول کی دو باتیں ہیں یا دوست نامہ۔ آپ
بے شک اس کو دوست نامہ تصور کر لیں .... اس
سے کوئی خاص فرق نہیں پڑ جائے گا ....
فرق کی بات تو اس وقت ہے جب آپ ان
دو باتوں کو دوست نامہ بھی خیال نہ کریں،
اور کہہ دیں .... نہ یہ دو باتیں ہیں نہ دوست نامہ،
یہ تو بس چوں چوں کا مربہ ہے۔

ایک تو مجھے چوں چوں کے مربے سے بہت
چڑ ہے .... بلا وجہ ٹپک پڑتا ہے .... دو باتیں ہیں،
لیجیے میں تو آپ کو فارمولا بتا رہا تھا .... ویسے سچ

یہ ہے کہ یہ فارمولا میرا اپنا نہیں، مجھے بھی میرے ایک مہربان دوست نے بتایا تھا.... میں نے سوچا کہ کیوں نا.... آپ کو بھی بتا دوں..... ہو سکتا ہے.... آپ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوں۔

فارمولا یہ ہے کہ آپ کے دوست کی اگر کچھ ضرورتیں کچھ کام آپ کے ذریعے پورے ہوتے ہیں، کچھ آسانیاں آپ کی وجہ سے اسے ہو رہی ہیں تو آپ ان ضروریات کو روک کر دیکھیں.... ان آسانیوں کو بریک لگا دیں.... اس کے جو کام نکل رہے ہیں.... ان میں بھی رخنہ ڈال دیں....

اور اس کے بعد جائزہ لیں.... کیا آپ کا دوست آپ سے ناراض تو نہیں.... اسی طرح خوش ہے۔ اسی طرح ملتا ہے.... اسی طرح باتیں کرتا ہے.... اس کی پیشانی پر کوئی بل تو نہیں آیا.... اگر اس کے سلوک میں بال برابر بھی فرق نہیں آیا تو سمجھ لیں وہ آپ کا بہت سچا اور کھرا دوست ہے.... ورنہ نہیں۔

فارمولا میں نے بتا دیا.... استعمال کرنا آپ کا کام۔

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا:

- قبروں کو پختہ کرنے سے۔
- قبروں پر کتبے لگانے سے۔
- قبروں پر عمارتیں بنانے سے۔
- قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے۔
- قبروں پر عُرس کرنے سے۔
- قبروں پر چراغاں کرنے سے۔
- قبروں پر عورتوں کے جانے سے۔
- قبروں کو بلند کرنے سے۔
- قبروں پر میلہ لگانے سے۔
- قبروں کو پوجنے سے۔

بحوالہ:

بُخاری — مُسلم — ترمذی — ابنِ ماجہ — ابو داؤد — نسائی — موطا امام مالک — مشکوٰۃ

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ——
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ——
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ——
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ——
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

عجیب بات

" انسپکٹر جمشید !

تمھارے آس پاس ایک قتل ہونے والا ہے، لیکن تم جان نہیں پاؤ گے کہ کون قتل ہوا ہے، ہے نا عجیب بات ، میں نے یہ نہیں کہا کہ تم اس کے قاتل کا سراغ نہیں لگا سکو گے ، جی نہیں ، وہ تو بہت بعد کی بات ہے ، تم صرف یہ ہی معلوم کر کے دکھا دینا کہ میں نے قتل کسے کیا ہے .... اور پھر ایک اسی کو کیا.... میں تو ایسے نہ جانے کتنے قتل ابھی اور کروں گا.... کسی ایک کے بارے میں بھی تم نہیں جان سکو گے .... کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے .... اور نہ لاشیں تلاش کر سکو گے ... ہے نا عجیب بات۔

.. بدترین قاتل

انسپکٹر جمشید نے اس خط کو تین چار بار پڑھا... محمود، فاروق اور فرزانہ بے چین ہو گئے۔

"آخر اس خط میں کیا ہے ابا جان کہ آپ بار بار کو پڑھ رہے ہیں۔"

"میں اس خط کو بار بار اس لیے نہیں پڑھ رہا کہ یہ پر اسرار ہے۔" وہ مسکرائے۔

"آپ کا مطلب ہے.... یہ خط پر اسرار نہیں ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا... خط حد درجے پر اسرار ہے۔"

"لیکن آپ اس کی پراسراریت کی وجہ سے اس کو بار بار نہیں پڑھ رہے۔ کسی اور وجہ سے بار بار پڑھ رہے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں! بالکل ٹھیک سمجھیں تم۔"

"اس کا کیا ہے.... یہ تو ہر وقت ٹھیک سمجھتی ہے۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"آپ نے بتایا نہیں.... پھر آپ اس کو بار بار کیوں پڑھ رہے ہیں؟"

"دراصل یہ کسی انوکھے قاتل کا خط ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرا[ئے]

"انوکھا قاتل.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق فوراً بولا۔

"اس نے خط میں مجھے چیلنج کیا ہے.... اور ایک تم میری طرف سے سن لو.... کیونکہ قاتل تو میرے [سامنے] موجود نہیں ہے.... نہ اس نے اپنا پتا بتایا نہ فو[ن نمبر] لکھا ہے.... مطلب یہ کہ میں اسے اپنا چیلنج نہیں س[نا] سکتا...۔"

"چلیے آپ ہمیں بتا دیں.... اس سے جب بھی ملا[قات] ہوئی، میں اسے بتا دوں گا کہ ابا جان نے پہلے ہی اسے دے دیا تھا۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"پہلے تم یہ خط پڑھ لو.... تاکہ میرا چیلنج تمھاری کے اوپر اوپر سے نہ گزر جائے۔"

انھوں نے خط ان کی طرف بڑھا دیا.... انھوں [نے] خط پڑھا.... پڑھ کر اس قدر حیران ہوتے کہ پھر پڑ[ھا] پھر پڑھا اور آخر محمود نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"اس میں شک نہیں کہ یہ خط حد درجے انوکھا، پُراسرار اور سنسنی خیز ہے.... جیسے جاسوسی ناول ہوتے ہیں یا جیسے ہونے کے دعوے ان کے مصنف کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آپ کا چیلنج کیا ہے۔"

"اس نے چیلنج کیا ہے کہ میں مقتولوں کا پتا نہیں چلا سکوں گا.... یہ تک نہیں جان سکوں گا کہ قتل کون ہوا ہے.... تک پہنچنا تو دور کی بات ہے.... لیکن میں چیلنج کرتا ہوں، .... کہ صرف اس خط کے ذریعے قاتل تک پہنچوں گا۔"

لیکن ابا جان! یہ ضروری نہیں کہ خط اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو۔" فرزانہ بولی۔

"ہو سکتا ہے.... لیکن الفاظ یہ ضرور اسی کے ہیں.... وّل تو خط بھی اس نے خود لکھا ہے.... جانتے ہوں کیوں؟ لیے کہ اس قدر پُراسرار لوگ اپنے راز میں کسی دوسرے کو شامل نہیں کرتے۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"دوسری بات.... ایک چھوٹے سے خط میں اس نے دو بار ما ہے، ہے نا عجیب بات.... اب یا تو یہ کہنا اس کی ادت ہے، یعنی تکیہ کلام ہے.... یا پھر اکثر وہ یہ جملہ کہ جاتا ہے.... پھر الفاظ پر ذرا غور کرو.... مجھے تم کہ کر مخاطب کیا گیا ہے.... حالانکہ یہ خط لکھنے کے آداب کے خلاف ہے.... اس کا مطلب ہے.... وہ مجھ سے بہت نفرت کرتا ہے.... تیسری بات ان تمام باتوں سے زیادہ اہم ہے.... اور وہ یہ کہ ہے نا عجیب بات کے الفاظ بہت ٹھہر کر لکھے

گئے ہیں، گویا وہ ان پر خاص توجہ دلانا چاہتا ہے.... آخر کیوں؟

"اس لیے کہ اس کے خیال میں یہ بات بہت عجیب ہے.... ایک شخص کو قتل کر دیا جائے.... اس بار میں کسی کو پتا تک نہ چلے.... اس سے عجیب بات بھلا کیا ہو سکتی ہے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے.... آؤ ہم اس خط پر کام شروع کرتے ہیں۔"

"جی.... کیا مطلب.... کیا ابھی اور اسی وقت۔" فا... نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں ابھی اور اسی وقت۔"

"معاف کیجیے گا ابا جان.... کیا اسے آ بیل مجھے مار نہیں کہتے۔"

"نہیں! ہم اس کے حرکت میں آنے کا انتظار کس طرح کر سکتے ہیں.... کیا تم چاہتے ہو کہ وہ کچھ لوگوں کو جان سے مار ڈالے اور اس کے بعد ہم حرکت میں آئیں.... لیکن اس کے بعد ہم حرکت میں کس طرح آئیں گے.... اس کا تو دعویٰ ہے.... ہمیں معلوم ہو ہی نہیں سکے گا۔"

"ہوں .... آپ ٹھیک کہتے ہیں .... ہمیں ابھی اور اسی وقت اس خط پہ کام شروع کرنا ہوگا۔"

"اور ہم کام اکرام سے شروع کریں گے۔" انھوں نے اداکر کہا۔

"جی کیا مطلب؟" تینوں ایک ساتھ چونکے ....

انسپکٹر جمشید نے اس بات کا مطلب بتانے کی بجائے اکرام کے نمبر ڈائل کیے .... اس وقت شام کے سات بج رہے تھے اور یہ خط شام کی ڈاک سے آیا تھا۔

"السلام علیکم اکرام .... ہے نا عجیب بات۔"

"جی وعلیکم السلام .... آپ کا اشارہ کون سی عجیب بات کی طرف ہے سر۔"

"ہے نا عجیب بات۔" وہ پھر بولے۔

"مل .... لیکن سر .... کون سی بات۔" اکرام گڑبڑا گیا۔

"ہے نا عجیب بات۔" وہ بولے

"جی بالکل .... میں نے مان لیا .... آگے فرمائیے۔"

"آگے کیا فرماؤں .... تم بتاؤ .... یہ جملہ کسی کے منہ سے اکثر سنا ہے۔"

"میرے .... میں نے .... جی نہیں تو .... میری یادداشت میں

تو ایسا کوئی آدمی نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے .... خیر۔" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا .... پھر خان رحمان کے نمبر ڈائل کیے ....

"آہا .... یہ تم ہو میرے دوست .... مزا آگیا۔"

رحمان ان کی آواز سن کر چونکے۔

"وہ کیسے آگیا بغیر اجازت۔"

"ایسے کہ میں اس وقت تمھارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا ...."

"لیکن بھئی .... صرف سوچنے سے کام نہیں چلتے۔ یہیں آجاؤ نا۔"

"میں تو آنے کے لیے تلا بیٹھا تھا۔"

"جلدی پہنچو ...." یہ کہہ کر انھوں نے سلسلہ کاٹ پروفیسر داؤد کو فون کیا۔

"ہے نا عجیب بات پروفیسر صاحب۔"

"ارے جمشید .... تم .... اور کون سی بات عجیب ہے۔" ان کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"یہ جملہ کسی کے منہ سے سنا ہے کبھی۔"

"ن نہیں تو۔"

"تو پھر آپ بھی فوراً یہاں آجائیں۔" انھوں نے کہا۔

"آ رہا ہوں.... لیکن اگر میں نے کسی کے منہ سے یہ
جملہ.... سُنا ہوتا تو کیا تم مجھے نہ بلاتے" ان کے لہجے
حیرت تھی۔

بلاتا تو خیر میں اس صورت میں بھی" وہ مسکرائے

چلیے خیر..... پہلے آپ یہاں تو پہنچیں" یہ کہ کر
دں نے ریسیور رکھ دیا۔

آپ نے انھیں کیوں بلایا ہے ابا جان"

"بھئی.... یہ خط.... مجھے پریشان کر رہا ہے....ذرا سوچو،
مجرم کا نشانہ میرا کوئی دوست نہ ہو"

"ارے باپ رے" تینوں گھبرا گئے۔

تب پھر آپ نے اکرام انکل کو کیوں نہیں بلایا"

اوہ! ہاں.... واقعی.... اسے بلانا اور بھی ضروری ہے"

اب انھوں نے اکرام کو فون کیا اور گھر پہنچنے کی
یت دے کر ریسیور رکھ دیا.... خان رحمان اور پروفیسر
داؤد ایک ساتھ پہنچے.... انھوں نے انسپکٹر جمشید کو بغور
دیکھا۔

"کافی فکر مند نظر آتے ہو جمشید.... خیر تو ہو"

انھوں نے وہ خط ان کے سامنے رکھ دیا.... خط
پڑھ کر وہ حیران رہ گئے اور ایک ساتھ بولے:

"یہ کیسا خط ہے"

"ہے نا عجیب بات" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! بہت زیادہ" وہ بولے۔

"اسی لیے میں نے آپ کو بھی یہاں بلا لیا"

"لک.... کیوں.... کیا ہمیں بھی خطرہ ہے؟"

"پتا نہیں.... خطرہ کسے ہے اور کسے نہیں.... اور خطرہ
ہے بھی یا ہم بلا وجہ ڈر رہے ہیں"

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی.... انھوں
نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... کیوں کہ انداز اج
سا تھا۔

"دیکھو محمود.... کون ہے"

محمود اُٹھ کر دروازے پر پہنچا اور بولا۔

"کون ہے"

"میں ہوں" باہر اکرام کی آواز سنائی دی۔
اور وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

○

شہر کی ایک تنگ سی سڑک پر ایک پرانے طرز کی
عمارت میں اس وقت ایک شخص موجود تھا.... اس کے

سامنے شہر کا ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا... وہ اس نقشے پر کہیں کہیں نشان لگا رہا تھا.... کمرے میں اس کے علاوہ تین اور موجود تھے .... لیکن وہ تینوں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا چہرہ پوری طرح چھپا ہوا تھا۔

اس کے ہونٹ ہلے۔

"ٹھیک ہے.... کام شروع کر دو۔ میں سارا حساب لگا چکا ہوں۔"

"لیکن سر.... یہ شہر انسپکٹر جمشید کا شہر ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

جواب میں اس کے منہ پر ایک زور دار طمانچہ لگا.... پستول اس کے ہاتھ میں نظر آیا.....

"تمہاری سزا صرف موت ہے۔" وہ غرایا۔

"ن نہیں.... نہیں سر.... میں بہت دنوں سے آپ کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔"

"اسی لیے تمہاری سزا صرف موت ہے.... ورنہ کچھ اور سزا دی جاتی اور وہ موت سے زیادہ بھیانک ہوتی۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

"لیکن جناب.... موت سے زیادہ بھیانک سزا بھلا کیا ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکتی ہے.... تم نہیں جانتے...."

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا.... اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی اور وہ وہیں ہی ڈھیر ہو گیا۔

اس کے دونوں ساتھی سکتے میں آ گئے۔ انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ ان کے ساتھی کو اس طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

"یہ آپ نے کیا کیا باس۔" ان میں سے ایک نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔"

"یہ.... یہ ہمارا بہت پرانا ساتھی تھا۔"

"اچھا تو پھر تم بھی اس کے ساتھ جاؤ۔" اس نے سرد لہجے میں کہا اور ٹریگر دبا دیا.....گولی اس کے بھی ٹھیک دل پر لگی.... اس کی چیخ گھٹی گھٹی تھی.... منہ مارے حیرت اور تکلیف کے کھلا اور پھر اس کا منہ میز پر جا لگا۔

اب کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہو چکا تھا۔

"اب تم کیا کہتے ہو.... یہ دونوں تمہارے ساتھی تھے نا.... تم بھی ان کے ساتھ جانا پسند کرو گے۔"

"ن نہیں.... یہ میرے ساتھی نہیں تھے.... انہیں تو

چ نے میرے ساتھ کیا تھا....‟ اس نے چلا کر کہا۔
„ شکریہ! تم عقل مند ہو.... یہ شہر کس کا ہے....
ڈاکٹر جمشید کا‟ اس نے کہا۔
نہیں سر.... یہ آپ کا شہر ہے‟
یوں ٹھیک ہے.... تم واقعی عقل مند ہو..... لیکن
کیلے یہ کام نہیں کر سکو گے.... لہٰذا اب تمہیں دو اور
ے دینا پڑیں گے‟
„ جیسے آپ کی مرضی، لیکن میں یہ کام تنہا بھی کر سکتا
‟

„ خیر! یہ تجربہ پھر کریں گے، اس وقت میں تمہیں
گا اور شوگا ساتھ دے رہا ہوں....‟
جی.... گوگا اور شوگا....‟ اس نے کانپ کر کہا۔
کیوں.... کیا ان دونوں کے ساتھ کام کرنا تمہیں
ہد نہیں‟
یہ بات نہیں باس....‟ اس نے جلدی سے کہا۔
„ تو پھر بات کیا ہے‟
„ مجھے ان دونوں سے نہ جانے کیوں ڈر لگتا ہے‟
„ ڈرنے کی ضرورت نہیں.... تم اپنا کام کرو گے، وہ
اپنا، وہ تمہارے کام میں دخل اندازی نہیں کریں گا، تم

ان کے کام میں دخل نہ دینا، تم سے صرف تمہارے
کام کے بارے میں پوچھا جائے گا.... ان دونوں سے صرف
ان کے کام کے بارے میں.... اور کوئی بات‟
„ ٹھیک ہے‟ اس نے کہا اور کن اکھیوں سے
دونوں ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھنے لگا۔
„ ان کے بارے میں کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں
„ ان کے گھر والے گم شدگی کی رپورٹ تو درج کرائیں
باس.... اور پھر پولیس مجھ تک ضرور پہنچے گی‟
„ کوئی فکر نہ کرو.... تم صرف اتنا کہہ دینا کہ چوبیس
گھنٹے سے ان دونوں سے ملاقات نہیں ہوئی‟
„ لیکن باس.... دو گھنٹے پہلے مجھے ان دونوں کے ساتھ ایک
ریسٹوران میں دیکھا گیا ہے.... میں یہ بیان دے کر پھنس
جاؤں گا‟
„ اوہ اچھا.... خیر تم کہہ سکتے ہو.... ریسٹوران سے فارغ
ہو کر تم اپنے اپنے راستے پر ہو لیے تھے.... ظاہر ہے
وہاں سے تم ادھر ہی آئے ہو گے‟
„ ہاں! ہم ادھر ہی آئے تھے.... لیکن ایک اور مشکل
ہے باس.... ہم تو ساتھ ساتھ رہتے ہیں.... اپنے اپنے
راستے پر لگنے والی بات بھی نہیں چلے گی‟

"اوہ .... تم نے تو مجھے الجھن میں ڈال دیا .... خیر .... میں
س کا کوئی حل تلاش کر لوں گا ..... اپنے کام سے فارغ
کر تم گھر آ جانا .... سیدھے ادھر چلے آنا۔"
اوکے باس! اس نے کہا۔
بس اب تم جاؤ .... تم میں سے جس کے کام میں
نقص رہا .... صرف وہی ذمے دار ہو گا .... اور
ے ہاں ذرا سی غلطی کی سزا بھی موت سے کم نہیں
ے .... اس لیے مجھ سے زیادہ کوئی جرائم پیشہ آدمی
ں تنخواہ نہیں دے سکتا۔"
"یہ بات ہم جانتے ہیں باس .... آؤ گوگے شوگے۔"
"ہمارے نام گوگے شوگے نہیں .... گوگا اور شوگا
مسٹر جیدی مون۔"
"معاف کرنا مسٹر گوگا ...." جیدی مون نے گھبرا کر
کہا۔
"آیندہ ہمارے نام بالکل درست لینا، ورنہ ہم برداشت
نہیں کر سکیں گے۔" شوگا غرایا۔
"ن نہیں .... نہیں .... میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ گھبرا
گیا۔
"اب جاؤ .... آپس میں لڑنے سے پرہیز کرنا۔" باس نے

گونج دار آواز میں کہا۔
تینوں وہاں سے نکل آئے۔
"تم نے دیکھا .... باس نے ان دونوں کو کس طرح ما
"ہاں! وہ تمھیں بھی اسی طرح مار ڈالے گا ....
نے کوئی اعتراض کیا .... وہ اسی قسم کا آدمی ہے۔"
"یہ کام بھی میری سمجھ سے باہر ہے۔"
"ہمیں سمجھنے سمجھانے کی ضرورت بھی کیا ہے .... جو
ملا ہے .... بس وہ کام کر ڈالیں گے۔"
ان کی کار ایک کوٹھی کے عقب میں رک گئی۔
دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے پائپ کے ذریعے چھت
کا رخ کر رہے تھے۔
"تم نے نام کی تختی پڑھنے میں کوئی غلطی تو نہیں کی
یہ سر جالب کی ہی کوٹھی ہے نا۔"
"بالکل .... میں نے دن میں ادھر آ کر نہ صرف نام پڑھا
تھا، بلکہ کوٹھی کا نمبر بھی نوٹ کر لیا تھا .... ہم کسی غلط
مکان میں داخل نہیں ہونے والے۔" دوسرا بولا۔
"بہت خوب۔" جیدی مون نے کہا۔
تینوں چھت پر پہنچے .... زینے کا دروازہ دوسری طرف
سے بند تھا .... اب جیدی مون نے جیب سے ریشم کی ڈوری

... سیڑھی نکالی..... اسے نیچے لٹکایا.... زینے کی چٹخنی سے اُسے باندھا اور تینوں نیچے اتر گئے۔

اب ان کا رُخ تجوری والے کمرے کی طرف تھا، کمرے میں کوٹھی کا مالک اور اس کی بیوی گہری نیند ...زق تھے.... گوگا اور شوگا ان دونوں کی طرف بڑھ گئے۔ ...تینوں کے چہروں پر نقاب نظر آ رہے تھے۔ جیدی مون ...ری کی طرف بڑھ گیا، وہ نمبروں والی تجوری تھی، اس کے ...یے چابی کی ضرورت نہیں تھی..... وہ چند منٹ تک اس ...نمبروں سے متعلق سوچتا رہا۔ پھر ٹک کی آواز سنائی دی اور ...ا کا دروازہ کھل گیا۔

"تمھارا جواب نہیں جیدی مون.... تجوریاں تو تم سے بھیک ...ی محسوس ہو رہی ہیں" گوگا نے خوش ہو کر کہا۔

"چپ چپ" جیدی مون نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف ...یکھا۔

اور پھر تجوری کا صفایا کرنے لگا... صرف ایک منٹ میں تجوری خالی ہو چکی تھی.... اب انھوں نے واپسی اختیار کی.... اسی راستے سے باہر نکلے، اپنی کار میں بیٹھے اور باس کی کوٹھی پہنچے.... باس ان کے انتظار میں جاگ رہا تھا، انھیں دیکھ کر چہک کر بولا:

"کیا رہا؟"

"کامیابی باس" جیدی مون نے کہا۔

"جیدی مون.... تمھارا جواب نہیں.... تم جیسا ماہر مشکل سے ملے گا، اسی لیے تم مجھے بہت پسند ہو..."

"لیکن باس.... پولیس کو جب دونوں لاشیں ملیں وہ مجھے ضرور پریشان کرے گی"

"ہاں! میں جانتا ہوں" باس نے سرد آواز میں کہا۔

"تو پھر؟" جیدی کانپ گیا۔

"اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے.... اب تم گھر نہیں گے"

"کیا مطلب باس" وہ تھر تھر کانپنے لگا۔

"تم غلط سمجھے جیدی"

"تو پھر باس...." اس نے قدرے سنبھل کر کہا۔

باس نے کوئی جواب نہ دیا، اس کے چہرے پر ایک خوفناک اور پُراسرار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

جھٹکا

محمود نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا:

"آواز انکل اکرام کی ہے .... لیکن انداز ان کا کیوں نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے ..... وہ بے خیالی میں غلط انداز میں دستک دے چکا ہو .... تم دروازہ تو کھولو" انسپکٹر جمشید بے چین ہو گئے۔

محمود نے دروازہ کھول دیا ..... باہر اکرام کھڑا مسکرا رہا تھا:

"خیر تو ہے انکل؟"

"کیوں کیا بات ہے محمود؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ کے گھنٹی بجانے کا انداز آپ کا اپنا نہیں تھا؟"

"شاید میں کسی سوچ میں گم تھا؟"

"خیر کوئی بات نہیں .... آئیے انکل؟"

محمود اسے ساتھ لیے صحن تک آیا .... پھر دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے:

"آہا .... آج تو کوئی خاص پروگرام لگتا ہے؟"

"نہیں اکرام .... کوئی خاص پروگرام نہیں .... میں تو انھیں ایک الجھن کے سلسلے میں بلایا ہے۔"

"کیسی الجھن سر؟" اکرام کے لہجے میں حیرت تھی؟

"پھر بتاؤں گا .... پہلے تم بتاؤ .... کیسے آئے؟"

"رات سر جالب کی کوٹھی میں چوری کی واردات ہوئی ہے .... پولیس اس وقت تک کوئی سراغ نہیں لگا سکی ... آپ جانتے ہی ہیں، وہ آئی جی صاحب کے گہرے دوست ہیں۔ چنانچہ انھوں نے آئی جی صاحب سے بات کی .... اور انھوں نے مجھے آپ کے پاس بھیج دیا؟"

"لیکن انھوں نے فون کیوں نہ کر دیا؟"

"اس بات پر تو مجھے بھی حیرت ہوئی تھی سر ... لیکن میں ان سے کچھ نہ کہہ سکا .... وہ اس چوری کی وجہ سے کافی پریشان لگ رہے تھے؟"

"کیا بہت زیادہ قیمتی چیزیں چرائی گئی ہیں؟"

"آپ تو سر جالب کو جانتے ہی ہیں .... ہیروں کے

بہت شوقین ہیں .... تمام ہیرے تجوری میں موجود تھے ....“

”ہوں خیر.... ہم دیکھ لیں گے .... تم فکر نہ کرو“

”تو کیا میں جا سکتا ہوں“

”ہاں! کوئی ضرورت ہوئی تو فون کر دوں گا“

”اچھا سر..... السلام علیکم“ یہ کہ کر وہ مڑنے لگا .... انسپکٹر جمشید کو ایک جھٹکا لگا .... وہ حیرت زدہ

لہجے میں بولے۔

”ٹھہرو اکرام“

”یس سر“ وہ ان کی طرف گھوما۔

”اکرام! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے“

”یس سر.... میں خود کو کچھ بیمار بیمار محسوس کر رہا ہوں“

”میرا بھی یہی خیال ہے.... یا پھر“ انھوں نے جملہ ادھورا

چھوڑ دیا۔

”یا پھر کیا“

”یا پھر تم اکرام نہیں ہو“

”جی .... کیا مطلب“ وہ دھک سے رہ گیا۔

”ہاں! یا تو تم واقعی بیمار ہو.... یا پھر تم اکرام نہیں

ہو.... کیونکہ جب تم آئے تو دستک اور انداز میں دی.... اب جا رہے ہو! تو یہ بھول گئے ہو کہ جاتے وقت تم کم ازکم

ان تینوں سے ضرور ہاتھ ملاتے ہو.... لیکن آج تم ان سے ہاتھ ملائے بغیر جا رہے ہو“

”اوہ واقعی .... میں بھول گیا....“

”وہی میں کر رہا ہوں .... یا تو تم واقعی بیمار ہو یا پھر اکرام نہیں ہو.... دونوں باتوں کی تصدیق بہت ضروری ہے“

”تصدیق .... جی کیا مطلب“

”تصدیق کا مطلب تو تصدیق ہی ہوتا ہے انکل“ فاروق مسکرایا۔

”آپ کیا چاہتے ہیں“

”میرے قریب آؤ“ وہ سرد آواز میں بولے۔

اکرام ان کے نزدیک چلا گیا .... اس کے چہرے پر شدید الجھن تھی۔ انھوں نے اس کے چہرے کو اچھی طرح دیکھا بھالا .... ٹٹولا.... یہاں تک کہ کھرچ کر بھی دیکھا۔

”یہ .... یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر.... مجھے تکلیف ہو رہی ہے“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”میک اپ کا اندازہ کر رہا ہوں“

”میک اپ ....“ اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں: اگر تم اکرام نہیں ہو.... تو پھر میک اپ میں
ہو"
"ایسی بات نہیں ہے سر.... میں بیمار ہی ہوں.... اور
خیال ہے.... مجھے یہاں سے سیدھے ڈاکٹر کے پاس
جانا چاہیے!
"ٹھیک ہے.... تم فوراً ڈاکٹر فاضل کے پاس جاؤ....
میں انھیں فون کرتا ہوں"
"او کے سر" یہ کہ کر وہ ان تینوں کی طرف مڑا....
مسکرا کر ان سے ہاتھ ملایا اور دروازے کی طرف چل پڑے۔
"ایک منٹ اکرام"
"اب کیا ہے سر"
"ایک ٹسٹ ابھی اور کرنا ہے.... لوٹ آؤ اکرام —
محمود.... میری الماری سے بوتل نمبر ۱۱ نکال کر لانا ذرا"
"یہ.... اکرام بھائی ہی ہیں" باورچی خانے سے بیگم
جمشید کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔
"تم یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو شکیلا" انسپکٹر جمشید نے
حیران ہو کر کہا۔
"جیسے آپ نے اس وقت مجھے بیگم کی بجائے شکیلا کہا
ہے.... حالانکہ کبھی نہیں کہتے.... اسی طرح اکرام بھائی

بے خیالی میں دستک اور طرح دینے لگے.... ان تینوں سے ہاتھ
ملانے کا خیال نہ رہا.... اور کوئی بات نہیں"
"خیر خیر.... خیر یہ اطمینان کر لیتے ہیں حرج ہی کیا ہے"
"ضرور.... کیوں نہیں"
محمود بوتل نمبر ۱۱ نکال لایا.... انھوں نے اس
سیال روئی پر لگا کر اکرام کے چہرے پر پھیرا.... اس کے
منہ سے چیخ نکل گئی۔
"اف سر.... مر گیا"
"ذرا برداشت سے کام لو اکرام"
وہ روئی پھیرتے چلے گئے.... اکرام کا چہرہ اس طرح
نکھر گیا کہ شاید کبھی صاف ہوا ہو گا۔
"بھئی واہ.... نہانے کے صابنوں میں یہ سیال
شامل کیا جائے" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔
"اس صورت میں نہانے والے اور ہاتھ منہ دھونے والے
ساتھ میں زور زور سے چلائیں گے بھی"
"یہ کیا ہوا آپا جان.... چہرہ تو چودھویں کے چاند کی طرح
چمکنے لگے گا" فاروق مسکرایا۔
"بچ.... چپ رہو.... میرا ارادہ صابن کی فیکٹری کھولنے کا
نہیں ہے"

"تو میں کھول لیتا ہوں جمشید" خان رحمان بولے۔
"بس بس..... مذاق نہیں..... میں اس وقت بہت
ردہ ہوں"

آخر انھوں نے اپنا کام کر لیا.... اس سیال کی
سے بھی میک اپ ثابت نہ ہو سکا....
"میک اپ میں تو تم نہیں ہو اکرام.... اب ڈاکٹر فاضل
رٹ کریں گے.... تم یہاں سے سیدھے ان کے پاس جاؤ
گے"

"بہت بہتر سر.... اس نے کہا اور چلا گیا۔
انسپکٹر جمشید نے فوراً گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر
ڑ فاضل کے نمبر ڈائل کیے.... ان کی آواز سنتے ہی وہ
لے:

ڈاکٹر صاحب.... آپ کے پاس اکرام پہنچنے والا ہے،
ہی وہ آئے.... آپ پہلے مجھے فون کریں.... پھر کوئی
اور کام کریں گے"
"خیر تو ہے بھئی"
"جی ہاں! خیر ہی ہے...... آپ مجھے اس کے
پہنچتے ہی فون کریں.... یا کسی وجہ سے عین اس وقت
فون نہ کر سکیں تو اس کے وہاں پہنچنے کا وقت نوٹ

کر لیں...."
"اچھی بات ہے"
اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔
"یہ ہدایت دینے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی"
پروفیسر داؤد بولے۔
"میں دیکھنا چاہتا تھا.... وہ سیدھا وہاں جاتا ہے..
راستے میں کہیں رُکتا ہے"
"بھلا وہ کیوں تمھاری ہدایت پر عمل نہیں کرے گا"
پروفیسر داؤد حیران رہ گئے۔
"ایسا بھی ہوتا ہے.... ہو سکتا ہے" وہ مسکرائے
"اور سرجالب؟"
"پہلے ڈاکٹر فاضل کی رپورٹ سنیں گے.... ارے
ایک منٹ" یہ کہہ کر انھوں نے آئی جی صاحب کے نمبر
ملائے۔ سلسلہ ملنے پر آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی۔
"ہاں جمشید کیا بات ہے" انھوں نے ایسے انداز میں
کہا... گویا بہت جلدی میں ہوں"
"آپ نے اکرام کو میرے پاس بھیجا ہے نا...."
"ہاں! بالکل بھیجا ہے.... اس نے بتایا نہیں"
"جی ہاں سرجالب والی بات بتائی ہے.... اور ہم اس

طرف توجہ دینے والے ہیں ...۔"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"سر آپ فون بھی تو کر سکتے تھے .... بھلا اکرام کو
کی کیا ضرورت تھی۔

ایک ہفتے کی چھٹی کاٹ کر آیا ہوں نا .... معمولات
ن سے نکل گئے ہیں شاید۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے سر۔"

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

یہ کہ صرف ایک ہفتہ چھٹی گزار کر آدمی برسوں کے معمولات
بھول جائے۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو جمشید۔"

سر میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بولے

و پھر آ جاؤ .... لیکن جمشید .... وہ سر جالب۔"

"آپ فکر نہ کریں .... ادھر میں محمود، فاروق اور فرزانہ
کو بھیج دیتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔"

انھوں نے ریسیور رکھ دیا اور گہری سوچ میں گم
ہو گئے۔

"کیا بات ہے جمشید؟" خان رحمان پریشان ہوں گے۔

"پتا نہیں کیا بات ہے .... لیکن کوئی بات ہے ضرور۔"
وہ بولے پھر ان تینوں کی طرف مڑے۔

"تم فوراً سر جالب کے ہاں پہنچو .... میں بھی آؤں گا
نہ بھی آ سکا تو تم اپنا کام شروع کر دینا۔"

"بہت بہتر ابا جان۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

وہ اٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی .... فو
ڈاکٹر فاضل کا تھا، وہ کہہ رہے تھے:۔

"اکرام میرے پاس پہنچ گیا ہے جمشید۔"

"بہت خوب۔" انھوں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا،
بولے۔

"آپ ذرا اسے بہت اچھی طرح چیک کریں۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

اور ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"اکرام وہاں بالکل درست وقت پر پہنچا ہے .... گویا و
راستے میں کہیں نہیں رکا۔"

"چلو ایک بات تو معلوم ہوئی۔"

"ہم جا رہے ہیں بیگم۔" انسپکٹر جمشید نے قدرے بلند
آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

تینوں گھر سے نکل گئے ....

وہ انھیں ساتھ لیے آئی جی صاحب کے دفتر
اخل ہوئے .... اور پھر انھیں حیرت کا ایک
ر جھٹکا لگا۔

کیاکہ

محمود ، فاروق اور فرزانہ سر جالب کی کوٹھی کے سا
کار سے اترے .... اس عالی شان کوٹھی کو آج انھوں
پہلی بار دیکھا تھا ....

"سنا ہے یہ شخص بہت مال دار ہے۔" فرزا
بڑبڑائی۔

"بڑے درجے کا کنجوس ہو گا ...." محمود نے کہا۔

"یہ ضروری نہیں۔" فاروق نے کہا۔

"لیکن نہ جانے کیوں .... مجھے یہ شخص پسند نہیں۔"
فرزانہ نے کہا۔

"وہ کیسے بھئی .... ہماری تو ابھی ملاقات تک نہیں ہوئی۔"

"پتا نہیں .... شاید اس لیے کہ اس کے نام کے ساتھ
سر لگا ہوا ہے۔"

"آؤ .... دیکھیں بھئی" یہ کہہ کر محمود آگے بڑھ گیا .... اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔

جلد ہی ایک ملازم نے دروازہ کھولا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ .... آئی جی صاحب نے بھیجا

آیئے .... انھوں نے آپ کے بارے میں بتایا تھا ابھی" نے کہا۔

وہ ان تینوں کو ساتھ لیے اندر آیا .... اور پھر تجوری والے کمرے میں داخل ہوئے .... سرجالب اپنی رجا پر نیم دراز تھے۔

"ارے یہ کیا .... صرف آپ آئے ہیں ..... انسپکٹر جمشید ، ہیں"

ہ .... بھی تھوڑی دیر تک پہنچنے والے ہیں ..."

کیا انھیں آئی جی صاحب کی طرف سے ہدایات نہیں ملیں"

"جی مل چکی ہیں .... لیکن انھیں آئی جی صاحب کے پاس ایک ضروری کام کی وجہ سے جانا پڑ گیا تھا"

"خیر آیئے بیٹھیں"

"ہم بیٹھنے کے لیے نہیں .... کام کرنے کے لیے آئے

آئے ہیں ..... سب سے پہلے ہم اس تجوری کو دیکھنا پسند کریں گے .... یہ کس طرح کھلتی ہے"

"نمبروں والا تالہ ہے اس کا"

"اس کے نمبر آپ کے علاوہ اور کس کس کو معلوم

"بس ....صرف مجھے"

"ہوں ! گویا گھر کا کوئی فرد بھی اس کو نہیں کھول سک

"ہاں ! یہی بات ہے"

تینوں تجوری کے سامنے جا رکے .... اور اس بائزہ لینے لگے ....

"اس کا نمبر کتنا ہے"

"نمبر ۹۰۹" انھوں نے کہا۔

"شکریہ .... کیا فوٹو گرافر تجوری پر سے انگلیوں کے نشانا ٹھا چکے ہیں"

"ہاں بالکل"

"گویا ہم ہاتھ لگا سکتے ہیں" یہ کہہ کر محمود نے اس ے نمبر ملائے اور تجوری کھل گئی .... وہ بالکل خالی تھی۔

"کیا کچھ گیا ہے"

"میں نے پولیس کو مکمل لسٹ چیزوں کی دے دی ہے"

"مہربانی فرما کر ہمیں اس کی نقل دے دیں"

"ہاں نقل میرے پاس موجود ہے"

سر جالب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک لسٹ نکالی اور محمود کی طرف بڑھا دی۔ اس میں سونے چاندی کے ت اور ہیروں کی تفصیل تھی ..... ایک لاکھ کے قریب رقم بھی گئی تھی .... کم ازکم بچاس لاکھ کی چوری ہوئی ہ ....

"صبح جب آپ سو کر اُٹھے تو گھر کے دروازے اندر بند تھے یا کھلے"

"بند تھے .... تجوری بھی بند تھی .... چوری کے کوئی آثار ظر نہیں آئے تھے .... وہ تو اس وقت پتا چلا جب میں ے تجوری کو کھولا .... اصل مسئلہ بچاس لاکھ کی چوری کا ں" وہ بولے۔

"جی .... تو پھر اصل مسئلہ کیا ہے"

"تجوری میں کچھ ضروری کاغذات بھی تھے"

"آپ نے اس لسٹ میں ان کاغذات کا ذکر نہیں کیا"

"ہاں نہیں کیا .... لیکن پولیس کو جو رپورٹ درج کروائی ہے، اس میں ان کا ذکر ہے"

"اس لسٹ میں بھی کر دیں" محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے" سر جالب نے کہا اور لسٹ پر لکھتا گیا۔

کاغذ لے کر انھوں نے پڑھا ..... اس میں جائیداد وغیرہ کے کاغذات تھے .... اور کچھ قرض وغیرہ کے بھی۔

"آپ کو دوسروں سے کتنا قرض لینا ہے"

"ایک کروڑ کے قریب"

"گویا اب آپ ان سے اس قرض کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتے .... کیونکہ اب آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں رہا"

"نہیں! یہ ایک کروڑ روپیہ مجھے کئی آدمیوں سے نہیں صرف ایک آدمی سے لینا ہے"

"اوہ .... تب تو یہ چوری اس کا کام بھی ہو سکتا ہے"

"ن نہیں ..... وہ میرا بہت اچھا دوست ہے ..... ایک کروڑ کا قرضہ کوئی ایسے ہی تو نہیں دے دیتا"

"یہ رقم آپ نے کتنے عرصہ پہلے دی تھی"

"دس سال پہلے"

"اور اب تک واپس نہیں کی انھوں نے" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! اس نے کاروبار میں لگانے کے لیے لی تھی .... لیکن کاروبار میں بہت نقصان ہو گیا"

"تب پھر اس کا مطلب ہے، آپ کی رقم تو ڈوب گئی"

"نہیں .... اس کے پاس بہت زمین ہے ..... وہ زمین فروخت کر کے میرا قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے "

"میرا خیال ہے .... جب اسے یہ پتا چلے گا کہ قرض کاغذات چوری ہو گئے ہیں تو وہ قرض سے انکار ے گا۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا"

"خیر .... بہت جلد معلوم ہو جائے گا .... اس دوست نام بتائیں"

"افضل کبوری ... انھوں نے بتایا۔

"ان کا پتا بھی لکھوا دیں"

"۱۱۰، ماڈل کالونی"

"شکریہ! کیا پولیس کوئی اندازہ لگا سکی کہ چور کس طرح اندر داخل ہوئے"

"ہاں! ان کا کہنا ہے کہ وہ پائپ کے ذریعے چھت پر پہنچے اور وہاں سے رسی کی سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترے .... کیوں کہ تمام دروازے اندر سے بند تھے۔"

لیکن انھیں جاتے وقت اسی خطرناک راستے سے جانے کی کیا ضرورت تھی .... وہ زینہ کھول کر رسی کی سیڑھی لے سکتے تھے اندر نیچے کوئی دروازہ کھول کر باہر نکل

سکتے تھے"

"اس طرف تو ہم نے غور نہیں کیا .... نہ پولیس نے توجہ دی۔"

"چوری کرنے والوں کی کوئی چیز ملی؟"

"نہیں .... نہ ان کی انگلیوں کے نشانات مل سکے .... کوئی اور چیز .... شاید وہ بہت ماہر چور تھے"

"یہ بات تو خیر تجوری کے کھول لینے سے بھی ظاہر ارے ہاں .... آپ نے تجوری کب اور کہاں سے خر تھی" محمود چونک کر بولا۔

"سرمدی برادرز سے ..... آج سے چار سال پہلے خریدی تھی"

"اس کے کاغذات وغیرہ ہوں گے آپ کے پاس"

"وہ بھی تجوری ہی میں تھے .... دوسری چیزوں کے ساتھ وہ بھی چلے گئے"

"اوہ .... یہ بہت برا ہوا .... خیر .... سرمدی برادرز کا پتہ بھی لکھوا دیں"

"مین روڈ پر بہت مشہور دکان ہے۔"

"اچھی بات ہے"

انھوں نے پوری کوٹھی کا جائزہ لیا اور .... وہ بھی

اسی نتیجے پر پہنچے کہ چور پائپ کے ذریعے اوپر چڑھے تھے۔ پاؤں کی رگڑ وغیرہ کے نشانات تو دیواروں پر تھے ہی۔

جائزہ لینے کے بعد وہ سر جالب کے پاس آئے....

"ہم ذرا تفتیش کے سلسلہ میں جا رہے ہیں.... بہت جلد چوروں کا سراغ لگا لیں گے.... آپ بے فکر رہیں۔"

"مجھے تو یہ کام اتنا آسان نظر نہیں آیا۔"

"ہمارا اپنا ایک طریقہ ہے.... جو دوسروں کو فضول لگتا ہے.... لیکن ہم اس طریقے پر چلتے ہوئے کامیابی کی منزل پہنچتے ہیں۔"

"خیر خیر.... مجھے تو چوروں کی گرفتاری اور مال کی برآمدگی سے غرض ہے، طریقہ کار سے نہیں۔" وہ بولے۔

"جی ہاں بالکل۔"

وہ وہاں سے نکل کر سیدھے افضل کبوری کی کوٹھی پہنچے.... یہ کوٹھی سر جالب کی کوٹھی سے بھی بڑی تھی... اور اس کا حسن وجمال بھی بے تحاشا تھا....

"حیرت ہے.... اس قدر بڑی کوٹھی کا مالک دوسروں سے ایک کروڑ قرض لیتا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"اس دنیا میں پتا نہیں کیا کچھ ہوتا ہے...." محمود بولا اور آ[illegible]کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا.... ایک منٹ کے

انتظار کے بعد ایک بارعب قسم کا آدمی باہر نکلا.... اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں.... جسم پر قیمتی لباس تھا:

"کیا بات ہے؟" اس کا لہجہ اکھڑ تھا۔

"ہمیں افضل کبوری سے ملنا ہے۔"

"کیوں ملنا ہے؟"

"ایک کیس کی تفتیش کے سلسلے میں۔" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب.... کیسا کیس؟"

"چوری کا کیس۔"

"کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے؟"

"ہاں!" اس نے کہا۔

"حیرت ہے.... اب محکمہ پولیس میں کم عمر لوگ بھی ملازم رکھے جانے لگے ہیں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں.... ہمارے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں.... ہم باقاعدہ ملازم نہیں ہیں، اپنے والد صاحب کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔"

"اوہ! اب میں سمجھا.... آپ لوگ ٹھہریں.... میں ان سے پوچھ کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا اور پھر جلد ہی اس کی

واپسی ہوئی۔

"کبوری صاحب آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔"

"آپ کون ہیں؟"

"اس گھر کا ملازم.... سرفراز خان؟" اس نے کہا۔

"اوہ اچھا.... محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں! اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟"

"حیرت کی بات یہ ہے کہ آپ کے جسم پر تو بہت قیمتی لباس ہے۔"

"تو کیا ملازم لوگ ٹھیک ٹھاک کپڑے نہیں پہن سکتے۔ جب کہ ان کی تنخواہ بھی ٹھیک ٹھاک ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" فاروق بولا۔

"میری تنخواہ صرف پندرہ ہزار روپے ماہوار ہے۔"

"کیا.... اتنی تنخواہ۔"

"میں دراصل ان کا اکاؤنٹنٹ ہوں۔"

"اوہ اچھا.... تو یہ بات ہے.... ہم سمجھے آپ گھریلو کام کاج کے ملازم ہیں۔"

"نہیں.... لیکن گھریلو ملازموں کی تنخواہیں بھی کم نہیں ہیں یہاں۔"

"وہ کتنی [illegible] ہیں؟"

"تین ہزار سے کم تو کسی ملازم کی بھی نہیں ہے۔"

"ہوں! بہت مال دار ہیں آپ کے افضل کبوری۔"

"کوئی ایسے ویسے.... اس نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"تب پھر دوسروں سے کروڑوں کے حساب سے ادھار کیوں لیتے ہیں؟"

"کیا کہا؟"

وہ اس طرح اچھلا جیسے کسی بچھو نے ڈنگ مار دیا ہو۔

قتل ہو چکا ہے

آئی جی صاحب اپنی سیٹ پر موجود تھے .... ان کے ہاتھ میں
پن تھا اور ایک فائل پر کچھ لکھنے میں مصروف تھے .... ان کے
اندر داخل ہونے پر بھی وہ نہ چونکے .... نہ ان کی طرف
دیکھا .... لکھنے میں مصروف رہے اور یہی بات ان کے لیے
حیرت کی تھی۔ قدموں کی آہٹ سنتے ہی سامنے دیکھنا ان کی
خاص عادت تھی .... لیکن اس وقت انھوں نے ایسا نہیں
کیا تھا۔

"سر! ہم حاضر ہیں" انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے
انداز میں کہا۔

اب انھوں نے سر اوپر اٹھایا اور ڈھیلے ڈھالے
انداز میں کہا۔

"آؤ جمشید .... بیٹھو .... آپ بھی تشریف رکھیے۔ پروفیسر

صاحب اور خان صاحب۔"

"آپ پریشان پریشان ہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں ذرا .... رات ٹھیک طرح سے سو نہیں سکا"

"لیکن کیوں سر؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا .... بس نیند نہیں آئی۔ تم سناؤ،
کس سلسلے میں ملنا چاہتے تھے؟"

"سر غالب کی چوری کے سلسلے میں ...."

"ہاں! اس کا کیا رہا .... چور کا پتا چلایا نہیں؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تو ہم نے کام شروع کیا۔
سر ..... بہت جلد ہم چور تک پہنچ جائیں گے۔"

"بہت خوب!" وہ بولے۔

"سر! امید ہے، آپ معاف فرمائیں گے .... میں آپ
کے چہرے کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب ....؟" وہ حیران رہ گئے۔

"میں یہ اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آپ ہی ہیں یا
آپ کے میک اپ میں کوئی اور۔"

"کیا کہہ رہے ہو جمشید .... دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"نہیں سر .... میں آپ میں ایک عجیب و غریب سی تبدیلی
محسوس کر رہا ہوں .... لہٰذا اطمینان کرنا ضروری ہے۔"

"کس قسم کا اطمینان" وہ بولے۔

"یہ کہ آپ آئی جی صاحب ہی ہیں یا آپ کے میک اَپ میں اس وقت کوئی اور ہے"

"میں نے اس سے عجیب بات آج تک نہیں سنی" انھوں نے جل بھن کر کہا۔

"میرا فرض چھان بین کرنا ہے.... آپ نے اس قدر عجیب بات سنی ہے یا نہیں، اس بات کا تعلق میرے فرض سے نہیں ہے" انسپکٹر جمشید نے خشک لہجے میں کہا۔

"اور اگر میں چیک کرنے کی اجازت نہ دوں تو"

"تب بھی سر میں یہ کام کر کے رہوں گا" وہ مسکرائے

"کیسے" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اپنے خصوصی اجازت نامے کے ذریعے"

"اوہ" وہ مسکرائے.... پھر بولے۔

"ٹھیک ہے جمشید! تم چیک کر لو.... میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا.... بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے.... بلکہ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ تم جیسے لوگ محکمے میں موجود ہیں"

"شکریہ سر"

اب انھوں نے ان کے چہرے کا بغور جائزہ لیا.....

پھر جیب سے ایک ننھی سی شیشی نکال کر اس کا سیال روئی پر لگا کر ان کے چہرے پر لگایا.... ان کی چیخ نکل گئی۔

"یہ کیا کر رہے ہو جمشید"

"ملک اور قوم کے لیے تو لوگ جانیں دے دیتے ہیں، یہ بہت معمولی تکلیف ہے"

"اچھی بات ہے" انھوں نے کہا اور ہونٹ بھینچ لیے۔

انسپکٹر جمشید نے اپنا پورا زور صرف کر مارا، لیکن میک اپ ثابت نہ کر سکے.... آخر تھک ہار کر بیٹھ گئے اور بغور ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہو گیا اطمینان"

"جی نہیں" انھوں نے پریشان کن انداز میں کہا۔

"کیا مطلب.... ابھی نہیں ہوا"

"ہاں سر.... ابھی اطمینان نہیں ہوا"

"تو پھر.... آخر کیسے ہوگا تمھارا اطمینان"

"میک اپ کے ایک ماہر کو بلانا چاہتا ہوں"

"یہ بھی کر کے دیکھ لو"

انھوں نے میک اپ کے سب سے بڑے ماہر کو فون کیا.... وہ یوں بھی ان کا دوست تھا.... فون سنتے ہی چلا آیا.....

"دیکھو روفی .... یہ ہمارے آئی جی صاحب ہیں .... لیکن مجھے شک ہے کہ آئی جی صاحب کے روپ میں کوئی اور یہاں موجود ہے .... میں کوشش کر چکا ہوں .... لیکن میک اپ ثابت نہیں کر سکا۔ اب یہ کام تمہیں کرنا ہے۔"

"اوہ اچھا .... لیکن انھیں تکلیف برداشت کرنا پڑے گی۔"

"کوئی بات نہیں .... وہ میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔"

آئی جی مسکرائے۔

"پہلے کم ہوئی ہو گی۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ بولے۔

اب روفی نے اپنا کام شروع کیا .... صدر صاحب کے منہ سے سسکاریاں نکلتی رہیں۔ ہلکی ہلکی چیخیں بلند ہوتی رہیں .... آدھ گھنٹے تک یہ کام ہوتا رہا .... آخر روفی کرسی پر جا بیٹھا اور انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں بھئی .... کیا تم بھی ناکام ہو گئے۔"

"نہیں جمشید .... اس کو ہم ناکامی تو کہہ بھی نہیں سکتے .... ایک شخص اگر میک اپ میں نہ ہو تو میں کس ثابت کر دوں گا کہ وہ میک اپ میں ہے۔"

"تو آئی جی صاحب بالکل اصل ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بالکل ... اس میں ایک فی صد بھی شک نہیں ہے مجھے۔"

روفی نے کہا۔

"میں آپ سے معافی چاہتا ہوں سر۔"

"اس میں معافی کی کیا بات ہے ....۔"

"آپ کا ایک ہفتے کا دورہ کیسا رہا ....۔"

"بہت اچھا .... بہت پُرلطف۔" وہ بولے۔

"ایک ہفتے کا دورہ .... کیا مطلب۔" روفی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"سر ایک ہفتے کی چھٹی گزار کر آئے ہیں .... تفریح کے لیے گئے ہوئے تھے ....۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے ....

"اب ہم چلیں گے سر .... جالب صاحب کی چوری کا مسئلہ بھی حل کرنا ہے۔"

"ہاں ضرور۔" وہ بولے۔

وہ چاروں باہر نکل آئے ....

"روفی تم آ تو گئے ہی ہو .... یہی کام ذرا میرے اسسٹنٹ اکرام کے چہرے پہ بھی کر ڈالو۔"

"کیا مطلب؟"

"بالکل ایسا ہی شک مجھے اس پہ بھی ہوا تھا۔"

"تمہیں ہو کیا گیا ہے جمشید۔"

"دیکھو بھئی.... اکرام تھوڑی دیر پہلے ہمارے گھر آیا.... اس نے گھنٹی بالکل اجنبی انداز میں بجائی.... جیسے پہلے کبھی بجائی ہی نہیں تھی..... اس طرح مجھے شک ہوا.... میں نے اس کے چہرے کو چیک کیا.... لیکن میک اپ ثابت نہیں ہو سکا.... اسی طرح ہم جب یہاں آئے..... اور آئی جی صاحب کے دفتر میں داخل ہوئے تو انھوں نے سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا.... حالاں کہ یہ بات ان کی عادت سے خارج ہے.... وہ ہر حال میں اوپر دیکھتے ہیں، چاہے کوئی بھی ان کے دفتر میں آئے.... اس طرح میں نے یہ بات محسوس کی۔"

"لیکن جمشید.... یہ دونوں باتیں بہت معمولی ہیں ان کی بنیاد پر شک کرنا درست نہیں.... کیونکہ میک اپ چیک کرانے کا کام بہت تکلیف دہ ہے۔" روفی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میں مانتا ہوں.... لیکن کیا کیا جائے.... شک کو رفع کرنا بھی تو بہت ضروری ہے۔"

"اب تم چیک کر تو چکے ہو۔"

"میرے چیک کرنے میں اور تمھارے چیک کرنے میں فرق ہے۔"

"تمھاری مرضی.... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" روفی نے کندھے اچکا دیے۔

آخر وہ اپنے دفتر میں داخل ہوئے.... اکرام وہاں موجود تھا....

"اکرام.... سناؤ.... کیا حال ہے۔" خان رحمان بولے۔

"بالکل ٹھیک ہوں.... آپ سنائیے۔"

"یہ مسٹر روفی ہیں اکرام۔"

"میں جانتا ہوں سر.... یہ بتائیے کہ کیا بات ہے۔" اکرام کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم جب میرے گھر آئے تو میں نے تمھارے چہرے کو چیک کیا تھا۔"

"جی ہاں.... اور آپ کا خیال غلط نکلا تھا۔"

"لیکن ابھی میرا پوری طرح اطمینان نہیں ہوا۔" وہ مسکرائے

"جی کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"مسٹر روفی اب تمھارے چہرے کا جائزہ لیں گے۔"

"ارے باپ رے۔" وہ گھبرا گیا۔

"مجبوری ہے بھئی۔"

"اچھی بات ہے.... آپ کی مرضی.... میں کیا کہہ سکتا

"ہوں" اس نے کہا۔

روفی نے اپنا کام شروع کیا .... پہلے بھی اس نے آدھ گھنٹا لگایا .... لیکن میک اپ ثابت نہ کر سکا۔

"نہیں جمشید .... یہاں بھی میک اپ کا کوئی امکان نہیں"

"چلو اچھا ہوا .... شک دور ہو گیا .... دراصل میں نے اس قدر سخت چیکنگ کی ضرورت اس لیے بھی محسوس کی تھی کہ اکرام بھی آئی جی صاحب کے ساتھ سفر پر تھا .... میں نے سوچا .... کہیں سفر کے دوران تو کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔"

"نہیں .... اب تم اس وہم کو ذہن سے نکال دو۔"

"ٹھیک ہے .... شکریہ" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

روفی چلا گیا .... اس کے جانے کے فوراً بعد انسپکٹر جمشید نے اکرام سے کہا:

"دیکھو بھئی .... فائل نمبر ۱۱۱ آج شام گھر لے آنا .... ہمیں اس پر کچھ کام کرنا ہے ...."

"جی بہتر سر .... میں لے آؤں گا۔"

اور وہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے ساتھ باہر نکل آئے:

"حیرت ہے .... تمھارا خیال پہلی بار غلط ثابت ہوا ہے۔"

"میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ میرا یہ اندازہ اور خیال سو فی صد درست ہی ہوتا ہے" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ تو ہے"

"اس خط کے الفاظ بار بار میرے ذہن میں گونج رہے ہیں .... آخر وہ کون ہے .... جو میرے آس پاس قتل ہونے والا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے ...."

"جمشید .... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کا مذاق ہو۔"

"اس کا امکان ضرور ہے .... لیکن نہ جانے کیوں .... میرا دل نہیں مانتا ہے .... ذہن بار بار کہ رہا ہے کہ خط مذاق نہیں ہے"

"پھر اب کیا پروگرام ہے" خان رحمان نے پوچھا۔

"گھر چلتے ہیں .... وہاں بیٹھ کر اس خط پر کام کریں گے۔"

"گھر میں بیٹھ کر بھلا خط پر کیا کام ہو سکتا ہے"

"ضرور ہو سکتا ہے .... فکر نہ کرو"

گھر آ کر انھوں نے ادھر ادھر اپنے تمام دوستوں اور رشتے داروں کو فون کرنا شروع کیے .... ایک بار جو انھوں نے ذرا دیر کے لیے ریسیور رکھا .... تو گھنٹی بجنے لگی .... انھوں

نے ریسیور اٹھایا .... دوسری طرف سے ایک بہت عجیب سی بھدی سی، پھنسی پھنسی سی آواز سنائی دی:

"انسپکٹر جمشید! قتل ہو چکا ہے .... اور تمھیں کانوں کان خبر نہیں ہو سکی۔"

"کک کون قتل ہو چکا ہے؟"

"یہ تم خود معلوم کرو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا .... انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

دوسری تجوری

"کیا کہا تم نے ...؟" اس نے چلا کر کہا۔

"یہ کہ اگر آپ کے کبوری صاحب اس قدر دولت مند ہیں .... اتنی زمینوں اور جائیدادوں کے مالک ہیں تو پھر انھوں نے سر جالب سے ایک کروڑ روپے کیوں قرض لے رکھے ہیں اور ادا کیوں نہیں کر دیتے؟"

"یہ .... یہ بالکل غلط ہے۔"

"کیا غلط ہے؟"

"انھوں نے ایک کروڑ روپے ہرگز قرض نہیں لیے۔"

"آپ کو شاید معلوم نہ ہو۔"

"کیا بات کہتے ہیں .... میں عام ملازم نہیں اکاؤنٹنٹ ہوں۔"

"یہ بات ہم سن چکے ہیں۔"

"تو پھر ... کیا میں غلط کہ رہا ہوں؟"

"اس بات کی تصدیق تو افضل کبوری ہی کر سکتے ہیں۔"

آخر وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"آیئے جناب ... آپ لوگوں کا تو بہت نام ہے۔" افضل کبوری نے اٹھتے ہوئے کہا۔

انھوں نے دیکھا ... وہ دبلے پتلے اور لمبے قد کے آدمی تھے۔

"شکریہ جناب ... آپ سن چکے ہوں گے ... آپ کے دوست سرجالب کے ہاں چوری کی واردات ہو گئی ہے۔"

"ہاں سنا ہے ... اور کوئی افسوس نہیں ہوا۔" افضل کبوری نے خوش ہو کر کہا۔

"جی ... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں ... قریباً پچاس لاکھ کی چوری ہوئی ہے۔"

"یہ بھی جانتا ہوں ... لیکن آپ کو معلوم نہیں ... سرجالب کے پاس کتنی دولت ہے ... پچاس لاکھ کی بھلا اس کی نظروں میں کیا وقعت ہو سکتی ہے۔"

"خیر جناب وقعت ہو یا نہ ہو ... ہمیں تو اس چوری کا سراغ لگانا ہے۔"

"ضرور لگائیں ... روکا کس نے ہے۔"

"سرجالب کا کہنا ہے ... کہ آپ نے ان سے ایک کروڑ روپے بطور قرض لے رکھے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" افضل کبوری چلا اٹھے۔

"کیا!!!" وہ بھی جواب میں چلائے۔

"دیکھا! میں نے کہا تھا نا۔" سرفراز خان بولے۔

"تم نے کیا کہا تھا ان سے۔" افضل کبوری نے اسے گھورا۔

"جج ... جی ... یہی کہ کبوری صاحب نے سرجالب سے قطعاً کوئی قرض نہیں لیا۔"

"ہاں بالکل! بات یہی ہے ... آپ تینوں سے یہ بات کس نے کہ دی۔"

"خود سرجالب نے۔"

"یا تو اس کا دماغ چل گیا ہے ... یا پھر شاید میرا۔"

یہ کہ کر انھوں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ...

محمود، فاروق اور فرزانہ بغور ان کی طرف دیکھتے رہے ... انھوں نے جلدی جلدی سے جالب کے نمبر ملائے ... اور ان کی آواز سن کر بولے۔

"بھئی جالب ... یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے فون سیٹ کا بٹن دبا

دیا ..... اب فون پر ہونے والی دو طرفہ گفتگو سب سن سکتے
تھے۔

"کیا سن رہے ہو؟"

"تم نے انسپکٹر جمشید کے بچوں سے کہا ہے کہ میں نے
تم سے ایک کروڑ روپے بطور قرض لے رکھے ہیں؟"

"ہاں بالکل لے رکھے ہیں۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"کیا مطلب ... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ نہیں لے
رکھے۔" سر جالب کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"بالکل نہیں .... آخر میں کیوں لیتا .... مجھے کیا ضرورت
تھی لینے کی .... کیا میں کوئی غریب آدمی ہوں۔"

"غریب آدمی ایک کروڑ روپے بطور قرض نہیں لیتے۔" سر
جالب نے غرا کر کہا۔

"کیا تمھارے پاس اس قرض کی کوئی تحریر ہے۔"

"نہیں .... میں اور تم سے تحریر لکھواتا ....؟" سر جالب نے
چلا کر کہا۔

"چلانے کی ضرورت نہیں .... میں نے تم سے ایک پیسہ
بھی قرض نہیں لیا .... سمجھے تم۔"

"مم .... میں .... میں آ رہا ہوں۔"

"ضرور .... کیوں نہیں۔" فضل کبوری نے بھی چیخ کر کہا اور
ریسیور پٹخ دیا۔

چند سیکنڈ تک وہ لمبے لمبے سانس لیتے رہے ....
پھر کچھ سکون ہونے پر بولے۔

"میں نے اس قدر حیرت انگیز بات آج تک نہیں سنی ....
ایک کروڑ کی رقم اور بغیر کسی تحریر کے اس نے مجھے دے
دی .... آپ کے حلق سے یہ بات اترتی ہے؟"

"دیکھیے جناب .... آپ ہمارے حلق کی تو بات ہی نہ
کریں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میرے والد اگر انکل خان رحمان سے ایک
کروڑ کیا .... دس کروڑ بھی بطور قرض مانگیں تو ہمیں وہ بغیر
کسی تحریر کے دے دیں گے؟"

"اوہو اچھا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! یہی بات ہے .... انھیں اپنے دوست اس قدر
عزیز ہیں .... اور یہی حال والد صاحب کا ہے۔ اگر ہمارے
انکل خان رحمان .... ان سے قرض مانگیں تو بغیر تحریر کے
سب کچھ دے دیں۔"

"گویا آپ لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سر جالب نے مجھے

ایک کروڑ روپے اگر بغیر کسی تحریر کے دے دیے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں۔"

"جی ہاں بالکل!"

"لیکن میرا دعویٰ ہے.... کہ میں نے روپے نہیں لیے۔"

"یہ دوسری بات ہے.... اور یہ آپ کا آپس کا معاملہ ہے.... ہم تو دراصل یہاں چوری کے سلسلے میں آئے تھے۔"

"جی.... چوری کے سلسلے میں...." ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... چوری کے سلسلے میں...."

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ چوری میں نے کی ہے۔" افضل کبوری نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں! ہم یہ نہیں کہنا چاہتے.... ہم تو صرف تفتیش کرنا چاہتے ہیں کہ چوری کس نے کی ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"ایک ہی بات ہے.... آپ لوگ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔".... انھوں نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"یہ بات نہیں.... ہم صرف آپ پر نہیں.... اور بہت سے لوگوں پر شک کریں گے.... آپ فکر نہ کریں۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"پتا نہیں آپ کیا کر رہے ہیں.... خیر یہ فرمائیں چاہتے کیا ہیں۔"

"جو آپ پسند نہیں کریں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ چور نہیں ہیں نا۔" محمود بولا۔

"بالکل نہیں۔"

"اور جو چور نہیں ہوتا.... اُسے تلاشی دینے میں کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔"

"کک.... کیا مطلب.... آپ لوگ اور میری تلاشی لیں گے.... وہ بھی ایک چوری کے سلسلہ میں.... ناممکن.... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ میں پچاس لاکھ روپے.... سرجالب کو اپنی طرف سے دے دوں۔"

"اس سے ہمارا مسئلہ تو حل نہیں ہو جائے گا جناب۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر آپ پچاس لاکھ روپے سرجالب کو دیتے ہیں.... اور وہ اپنا کیس واپس لے لیتے ہیں تو بھی ہمارا کام باقی رہ جائے گا۔"

"اور وہ یہ کیا؟"

"یہ جاننا کہ آخر یہ کام تھا کس کا.... کیوں کہ شہر میں اس قسم کے اور وارداتیں بھی تو ہو سکتی ہیں۔"

"گویا آپ لوگ ہر حال میں تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"ہاں جناب! اگر آپ پسند نہیں کریں گے تو ہم وارنٹ لے آئیں گے۔"

"شاید آپ لوگوں کا دماغ خراب ہے.... لیکن چونکہ میں چور نہیں ہوں.... لہذا آپ کو تلاشی کی بخوشی اجازت دیتا ہوں.... دراصل میں آپ کے چہرے پر ناکامی ہی ناکامی دیکھنا چاہتا ہوں.... تاکہ مجھے بھی تو کوئی خوشی ہو۔" انھوں نے [illegible] کہا۔

"اچھی بات ہے.... ہم دعا کریں گے کہ آپ ہمارے چہرے پر ناکامی دیکھ سکیں۔"

"کیا کہا.... آپ دعا کریں گے۔"

"ہاں اور کیا کریں.... اتنا تو کر ہی سکتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"اجازت ہے.... لے لیں تلاشی۔"

"ہم بے اصول نہیں۔" محمود نے کہا۔

"کیا مطلب۔"

"تلاشی لینے کا اصول یہ ہے کہ لینے والا پہلے اپنی تلاشی

دے.... کیا خبر ہم جیبوں میں کچھ چھپا کر لے آئے ہوں اور انھیں چیزوں کے بارے میں کہہ دیں کہ یہ برآمد ہوئی ہیں۔"

"اوہ! واقعی.... یہ تو بہت اچھا اصول ہے۔"

"یہ سرکاری اصول ہے.... کوئی ہمارا ذاتی نہیں.... لہذا پہلے آپ ہم تینوں کی اچھی طرح تلاشی لے لیں۔"

"رونی.... خوب اچھی طرح تلاشی لو۔"

"او کے سر۔"

اس نے کہا اور تلاشی لینے لگا.... لیکن ان کے پاس سے کوئی ایسی چیز نہ نکل سکی جو بعد میں افضل کبوری کے لیے پریشانی کا باعث ہوتی۔

اس کے بعد انھوں نے تلاشی شروع کر دی.... رونی ان کے ساتھ ساتھ تھا.... افضل کبوری نے اپنے بستر سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"یہ ہم کیا کرنے لگے۔" فاروق نے ان دونوں کو گھورا۔

"جو کر رہے ہیں.... بالکل ٹھیک کر رہے ہیں۔" محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"یہاں سے کچھ ملنے کا امکان نہیں.... اس صورت میں ہمارے چہروں پر ناکامی نظر آئے گی اور افضل کبوری خوش ہوگا.... کیا ہم یہ برداشت کر سکیں گے۔"

"کیوں نہیں .... ہمیں تو غصہ آتا ہی نہیں ...." محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے .... آؤ پھر ...."

انھوں نے تلاشی شروع کر دی .... ہر چیز کو چیک کیا .... آخر میں افضل کبوری کی تجوری کی باری آئی۔

"تجوری کو کھلوایئے۔"

"اس کی چابی صرف اور صرف افضل صاحب کے پاس ہوتی ہے۔"

"چلیے ہم ان سے لے لیتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں .... یہ لیجیے .... خود ہی کھول کر دیکھ لیجیے۔"

محمود نے چابی تجوری کو لگائی .... اس وقت روفی ان کے پیچھے کھڑا تھا اور افضل کبوری اپنے بستر پر نیم دراز کوئی کتاب پڑھ رہے تھے ....

تجوری کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر بھی افضل صاحب نے اوپر نظر اٹھائی .... محمود فاروق اور فرزانہ نے تجوری کے اندر دیکھا .... اس میں ایک خفیہ خانہ بھی تھا۔

"سر .... اس خفیہ خانے کی چابی بھی دے دیں۔"

"کیا کہا .... خفیہ خانہ .... نہیں .... میں اس کی چابی نہیں دے سکتا۔"

"کیوں جناب .... کیا اس میں آپ کی کوئی پرائیویٹ چیز ہے؟"

"ہاں بالکل۔"

"ہمیں افسوس ہے .... لیکن اس کو تو چیک کرنا ہی پڑے گا۔"

"اچھی بات ہے .... آپ نہیں مانتے تو پھر پہلے مجھے اپنی چیزیں اس میں سے نکالنے دیں۔"

"لیکن یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ چیزیں چوری کی نہیں ہیں۔"

"توبہ ہے آپ سے .... آپ تو مجھے پوری طرح چور بنانے پر تل گئے ہیں۔"

"یہ ہماری عادت ہے .... جب دیکھو .... کسی نہ کسی بات پہ بس تل جاتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے .... کھول لیں پھر خانہ .... یہ رہی

چابیاں: افضل کبوری نے جھلا کر کہا۔

محمود چابی لے کر تجوری کی طرف بڑھا... اور پھر اس نے چابی گھما دی .... جونہی خانہ کھلا .... وہ دھک سے رہ گئے۔

پھر جھٹکا

"کیا ہوا جمشید .... کیا قتل ہو چکا ہے؟"

"مجرم کا کہنا یہی ہے کہ اس نے میرے کسی قریبی دوست یا عزیز کو قتل کر دیا ہے۔"

"ارے باپ رے!" خان رحمان بوکھلا کر خود کو ٹٹولنے لگے..

انسپکٹر جمشید کو ہنسی آ گئی .... پھر وہ یک دم سنجیدہ ہو گئے اور جلدی جلدی اکرام کے نمبر ملانے لگے:

"السلام علیکم اکرام .... آج شہر میں کسی جگہ کوئی لاش تو نہیں پائی گئی؟"

"سر! ابھی ابھی اطلاع ملی ہے .... دو لاشیں ملی ہیں۔"

"ارے کہاں؟" وہ اچھل پڑے۔

"عالم گراؤنڈ میں ....!"

"میں فوراً وہاں جا رہا ہوں .... تم بھی پہنچ جاؤ۔"

"او کے سر۔"

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"دو عدد لاشیں عالم گراؤنڈ میں پڑی پائی گئی ہیں۔ اللہ اپنا رحم فرمائے گا.... آئیے چلیں۔"

اور وہ اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے۔

"محمود، فاروق اور فرزانہ ابھی تک نہیں لوٹے.... شاید کہیں پھنس گئے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ہو سکتا ہے.... چور کا کوئی سراغ مل گیا ہو۔" پروفیسر صاحب نے کہا۔

"دہرا چکر چل گیا ہے...." خان رحمان بولے۔

آخر وہ عالم گراؤنڈ تک پہنچ گئے.... اکرام ان سے پہلے وہاں موجود تھا....

"کیا رپورٹ ہے اکرام؟"

"دونوں کو گولی ماری گئی ہے سر۔"

"اور گولیاں کہاں لگی ہیں؟"

"دل کے مقام پر...."

"آؤ دیکھتے ہیں...."

دھک دھک کرتے دل کے ساتھ انسپکٹر جمشید نے ان لاشوں کی طرف دیکھا.... اور پھر ان کے چہرے پر اطمینان

دوڑ گیا.... کیونکہ یہ لاشیں ان کے کسی عزیز رشتے دار کی نہیں تھیں... تاہم تھیں تو انسانوں کی ہی.... اس خیال کے آتے ہی ان کے چہرے پر غم کے آثار طاری ہو گئے.... انھوں نے بغور جائزہ لیا پھر خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"کچھ اندازہ لگایا آپ دونوں نے؟"

"ہم اتنے ماہر سراغرساں نہیں ہیں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"تو پھر مجھ سے سنیے.... ان دونوں کو گولی یہاں نہیں ماری گئی۔"

"یہ اندازہ کیسے لگایا؟" خان رحمان فوراً بولے۔

"سامنے کی بات ہے.... زمین پر خون موجود نہیں۔"

"اوہ ہاں واقعی.... یہ اندازہ تو مجھے بھی فوراً لگا لینا چاہیے تھا۔" انھوں نے کہا۔

"دوسری بات.... بہت نزدیک سے ماری گئی ہیں.... یوں لگتا ہے.... گولیاں مارنے والا ان کے بالکل سامنے بیٹھا ہوا تھا.... بلکہ میں تو کہتا ہوں.... یہ لوگ کسی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔"

"وہ کیسے؟"

"بارود کے نشانات ان کے کپڑوں پر موجود ہیں .... یعنی گولی کے سوراخ کے ارد گرد ...."

"لیکن اس سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ یہ کسی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے تھے۔"

"بالکل! یہ بات تو میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آخر کیسے؟"

"اس طرح کہ .... نہیں .... اکرام پہلے تم بتاؤ۔"

"مم .... میں .... سر میں۔" وہ گڑبڑا گیا۔

"ہاں کیوں .... کیا یہ بتانا مشکل ہے۔"

"مجھے تو مشکل لگ رہا ہے۔"

"خیر سنو .... گولی دل پر لگی ہے .... جب کوئی آدمی میز کے گرد بیٹھا ہو تو عام طور پر میز پیٹ سے لگی ہوتی ہے .... گولی لگتے ہی خون نکلا .... لیکن اس سوراخ سے بالکل سیدھا نیچے نہیں گیا .... چوں کہ پیٹ میز سے لگا ہوا تھا .... اس لیے خون نچلے کپڑوں پر نظر نہیں آیا .... دھبے ضرور نظر آ رہے ہیں جو اٹھاتے وقت لگے ہوں گے، مطلب یہ کہ ان دونوں کو یہاں سے کافی دور کہیں گولی ماری گئی ہے ...."

"اور کوئی حیرت انگیز بات جمشید۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں جمشید .... سراغ رسانی کی ایسی باتیں سن کر بہت مزا آتا ہے۔"

"اچھا تو پھر میں کچھ اور باتیں بھی بتا سکتا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"بہت خوب! ہم سننے کے لیے بے چین ہیں۔"

"جو لوگ انھیں اٹھا کر لائے ان میں سے ایک کے بال سیاہ، دوسرے کے سنہری تھے۔"

"ارے" ان کے منہ سے نکلا۔

"حیران ہونے کی بات نہیں .... اس لیے کہ یہ بات بھی سامنے کی ہے .... یہ دیکھیں، اس کے کپڑوں سے ایک سنہری بال چپکا ہوا ہے .... اور ادھر دو بال بالکل سیاہ ہیں .... جب کہ ان دونوں کے اپنے بال نہ بالکل سیاہ ہیں نہ بالکل سنہری۔"

"اوہ .... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"کچھ اور جاننا چاہتے ہیں۔" انھوں نے شوخ آواز میں کہا۔

"ہاں ضرور جمشید۔" خان رحمان جلدی سے بولے۔

"یہ دونوں پرانے جرائم پیشہ ہیں .... ضرور کسی کے لیے کام کرتے تھے .... اسی نے انھیں ختم کیا ہے .... یا اپنے

کسی آدمی سے ختم کرایا ہے۔"

"یہ اندازہ کس طرح لگایا؟" پروفیسر داؤد نے پوچھا۔

"اس طرح کہ ان کی شکل، صورت اور لباس جرائم پیشہ لوگوں کا ہے.... لاشوں کو اس قدر اہم جگہ پھنکوانے کا کام کوئی دلیر آدمی ہی کر سکتا ہے.... ورنہ عام قاتل تو فوراً لاش سے خود دور چلا جاتا ہے۔" انھوں نے پریقین انداز میں کہا۔

"ہوں! ہمیں یقین ہے کہ تمھارے تمام اندازے بالکل درست ہیں۔"

"اور مجھے حیرت ہے اکرام صاحب۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دیکھا۔

"جی.... کیا مطلب؟" اکرام نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ تم انھیں کیوں نہیں پہچان سکے؟"

"کیا مطلب سر.... کیا مجھے ان دونوں کو پہچان لینا چاہیے تھا؟"

"بھئی.... میں نے ابھی کہا ہے.... یہ دونوں عادی جرائم پیشہ ہیں.... عادی جرائم پیشہ کو اور تم نہ پہچانو۔"

"یہ بات تو خیر ٹھیک ہے سر...."

"تو پھر اپنے دماغ پر زور دو۔"

"افسوس سر.... کچھ یاد نہیں آ رہا.... خیر آپ فکر نہ کریں.... ان کی تصاویر تو اتار ہی لی گئی ہیں.... اور میں اپنے سرکاری ریکارڈ کے ذریعے انھیں تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہوں.... ٹھیک ہے۔ ان کی جیبوں سے کچھ ملا؟"

"نہیں جناب۔" اکرام بولا۔

لاش کی تصاویر وغیرہ لی جا چکی تھیں.... اس لیے ان کو اٹھوایا جانے لگا۔

"اوہو ایک منٹ۔" انسپکٹر جمشید چونک اٹھے.....

وہ اب ان کے جوتوں کے تلوں کو بغور دیکھ رہے تھے۔

"جوتوں کے تلے ربڑ کے ہیں.... ان میں خانے سے بنے ہوئے ہیں.... ان خانوں میں مٹی پھنسی ہوئی ہے.... اور یہ مٹی خاص قسم کی ہے۔ ہمارے شہر میں اس رنگ کی مٹی بھلا کہاں ہوتی ہے اکرام؟"

اکرام سوچ میں ڈوب گیا.... خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی حیران ہو کر مٹی کو دیکھ رہے تھے۔ یہ سیاہی مائل سی مٹی تھی....

"مجھے نہیں معلوم سر۔"

"خیر.... ہمیں فوری طور پر یہ بات بھی معلوم کرنا ہے...."

کہ اس رنگ کی مٹی شہر کے کس حصے میں ملتی ہے.... اور
یہ بات شہر کے بڑے بڑے پراپرٹی ڈیلروں سے معلوم ہو
سکتی ہے....“
”تو میں پراپرٹی ڈیلروں سے مل لیتا ہوں سر.... آپ فکر
نہ کریں۔“
”اور ریکارڈ میں بھی دیکھنا ہے۔“
”جی ہاں بالکل۔“ اس نے کہا۔
پھر وہ لاشوں کے ساتھ چلا گیا....
”اب ہم محمود، فاروق اور فرزانہ کی خبر لے لیں۔“
”ہاں! ضرور.... پتا نہیں وہ کہاں رہ گئے ہیں۔“
انھوں نے پہلے گھر فون کیا.... تینوں گھر نہیں پہنچے
تھے.... پھر انھوں نے سر جالب کے ہاں فون کیا، وہاں سے
پتہ چلا کہ آئے تھے ضرور، لیکن جا چکے ہیں۔
”چھوڑو.... اب انھیں تلاش کرنا آسان کام نہیں.... ارے
ہاں.... کیوں نہ ہم خود ایک پراپرٹی ڈیلر کے پاس چلیں۔“
”کیا مطلب.... کس لیے۔“ پروفیسر داؤد بولے۔
”بھئی یہ معلوم کرنے کہ اس رنگ کی مٹی کس علاقے میں
ملتی ہے۔“
”وہ ہمیں اپنی نظروں سے دیکھیں گے جیسے ہم پاگل ہوں۔“

خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔
”تو کیا ہوا.... ہمارا کیا جاتا ہے۔ آئیے۔“
اور وہ شہر کے ایک بڑے پراپرٹی ڈیلر کے پاس پہنچ
گئے....
”ہمیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ اس قسم کی مٹی کس علاقے
کی ہے۔“
وہ سوچ میں ڈوب گیا.... آخر اس نے کہا۔
”جہاں تک میرا خیال ہے.... ماڈل کالونی کی مٹی اس
رنگ کی ہے۔“
”بہت خوب.... شکریہ۔“
اب وہ ماڈل کالونی کی طرف روانہ ہوئے۔
”کیا یہ پاگل پن نہیں ہے جمشید۔“ خان رحمان کے لہجے
میں حیرت تھی۔
”کس طرف اشارہ ہے بھئی۔“
”یہ کہ ہم نے یہ معلوم کیا کہ اس قسم کی مٹی ماڈل کالونی
کی ہے اور منہ اٹھا کر اس طرف چل پڑے۔“
”آخر ہم وہاں کیوں جا رہے ہیں۔“ پروفیسر بولے۔
”مقتول یا تو ماڈل کالونی کے رہنے والے تھے.... یا ان
کا اس کالونی سے کوئی تعلق تھا.... یا پھر کم از کم انھیں

قتل اس کالونی میں کیا گیا ہے .... اس لیے ہم وہاں جا رہے ہیں ۔"

"لیکن جمشید .... تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ ماڈل کالونی کوئی دس بیس گھروں کی کالونی نہیں ہے .... وہ کافی لمبی چوڑی آبادی ہے ۔"

"یہ بات میں جانتا ہوں .... اور مہربانی فرما کر تم فاروق کا کردار ادا نہ کرو ۔" وہ مسکرائے۔

"فاروق کا کردار .... کیا مطلب ۔"

"جس طرح وہ کام سے جان چھڑانے کے چکر میں ہر وقت نظر آتا ہے .... جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا .... وہ کام کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے .... اس طرح اس وقت تم نخرے دکھا رہے ہو .... حالاں کہ تم جلد از جلد ماڈل کالونی پہنچ جانا چاہتے ہو ۔"

"کمال ہے .... یار تم آدمی ہو یا جن ۔"

"مہربانی فرما کر مجھے آدمی ہی رہنے دو .... انسان جنوں سے افضل مخلوق ہے ۔" وہ مسکرائے۔

"دل کی بات تک پڑھ لیتے ہو ۔"

"پڑھتے پڑھتے تجربہ سا ہو گیا ہے نا ۔" وہ بولے۔

پہلے تو انھوں نے ماڈل کالونی کا ایک چکر لگایا.... پھر انسپکٹر جمشید کار سے اتر کر ایک پان سگریٹ والے کی طرف بڑھے .... وہ اس وقت فارغ ہو چکا ہے ۔

"ذرا ان تصاویر کو دیکھیے .... آپ نے دونوں کو دیکھا ہے شاید یہ آپ سے سگریٹ خریدتے ہوں .... پان کھاتے ہوں۔"

دکان دار نے تصاویر پر نظر ڈالی اور فوراً بولا :

"ارے ..... یہ تو اپنے اکی اور ٹامی ہیں ۔" اس نے چونک کر کہا پھر وہ خوف زدہ انداز میں بولا۔

"ل .... لیکن .... یہ .... یہ مردوں کی طرح کیوں نظر آ رہے ہیں .... یہ کیسی تصاویر ہیں ۔"

"انھیں قتل کر دیا گیا ہے ۔"

"نہیں !!!" وہ چلا اٹھے....

"یہ یہاں کہاں رہتے تھے ۔"

"۱۱۵ نمبر میں ۔" اس نے بتایا۔

"آپ ہمیں وہاں تک لے جا سکتے ہیں .... کیا دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے ۔"

"ہاں ! دونوں گہرے دوست تھے ۔"

"ان کے گھر میں اور کون رہتا ہے ۔"

"کوئی نہیں .... بس اکیلے ہی تھے ۔"

"آپ سے پان کھاتے تھے .... یا سگریٹ پیتے تھے؟"

"دونوں چیزیں۔"

انسپکٹر جمشید مسکرانے لگے۔

"تم مسکرا کیوں رہے ہو؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"تم نے دیکھا .... میں نے کس قدر جلد ان کے گھر کا سراغ لگا لیا؟"

"اس پر ہمیں بہت حیرت ہے۔" پروفیسر بولے۔

"حالانکہ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں .... بالکل سامنے کی بات ہے .... ان کے منہ پان کھانے والوں جیسے میں نے صاف دیکھے تھے .... اور انگلیاں بھی سگریٹ کے دھوئیں سے سیاہ تھیں ....۔"

"تمھارا مشاہدہ بہت تیز ہے جمشید۔"

"ایک سراغ رساں کا اگر مشاہدہ تیز نہیں تو وہ کبھی بھی اچھا سراغ رساں نہیں ہو سکتا۔"

وہ ان کے گھر کے سامنے پہنچ کر رک گیا اور انگلی سے اشارہ کرکے بولا:

"یہی گھر ہے۔"

گھر کے دروازے پر تالا لگا تھا ....

"ہمیں ان کی تلاشی پر چابیاں تو ملی نہیں۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ہو سکتا ہے .... یہ چابیاں کہیں رکھ دیتے ہوں .... ساتھ لیے پھرنے میں گم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے نا۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔"

"گویا اب تالا تڑوانا پڑے گا .... میں اکرام کو فون کرتا ہوں۔"

انھوں نے فون کیا .... لیکن اکرام دفتر میں نہیں تھا .... پراپرٹی ڈیلروں کے چکر میں نکلا ہوا تھا .... چنانچہ انھوں نے محمد حسین آزاد کو ہدایات دیں ...

محمد حسین آزاد جلد ہی اپنے ماتحتوں کو لے کر پہنچ گیا اور تالا توڑا جانے لگا .... بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، اور پھر تالا ٹوٹ گیا .... وہ اندر داخل ہو گئے .... کانسٹیبل دروازے پر مقرر کر دیے گئے تاکہ کوئی غیر متعلق آدمی اندر نہ آ سکے ....

اندر داخل ہوتے ہی انھیں ایک زوردار جھٹکا لگا۔

تجربہ ہوا ہے

" ارے ! یہ .... یہ تو خالی ہے " محمود کے منہ سے نکلا۔

" کیا مطلب .... کیا خالی ہے " افضل کبوری نے چونک کر کہا۔

" تجوری اور کیا " محمود بولا۔

" یہ کیسے ہو سکتا ہے "

" ابھی ہمیں خود معلوم نہیں " فاروق نے کہا۔

" کیا معلوم نہیں "

" یہ کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے "

"شاید کہ آپ کو مذاق کی عادت ہے "

" اس کی اس عادت سے ہم بھی تنگ ہیں، لہٰذا آپ خیال نہ کریں۔ فرزانہ جلدی سے بولی۔

" خیال کیوں نہ کروں "

" چلیے پھر کرلیں " فاروق نے منہ بنایا۔

" کیا کر لوں۔

" خیال اور کیا .... اسی کے لیے تو آپ کہہ رہے تھے۔

" آپ کچھ دیر کے لیے خاموش نہیں رہ سکتے "

"ضرور رہ سکتا ہوں .... بتائیے کتنی دیر کے لیے " فاروق نے کہا۔

" اُف توبہ "

" آپ کیا .... مجھ سے تو بڑے بڑے توبہ کر گئے ہیں " فاروق مسکرایا۔

" ضرور ایسا ہی ہوگا "

یہ کہہ کر وہ اُٹھے اور تجوری کی طرف آئے .... انھوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تجوری کا جائزہ لیا .. پھر بولے۔

" یہ .... یہ .... یہ تو واقعی خالی ہے "

" تو آپ کا کیا خیال تھا .... یہ بات بھی ہم نے مذاق میں کہی ہے " فاروق نے جھلا کر کہا۔

" اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ میرے تو اپنے ہاں چوری ہو گئی ہے "

"ہاں ! اب ہمیں آپ کے چور کو بھی پکڑنا ہو گا .... ویسے

تو ہمیں یقین ہے.... ان دونوں چوریوں کا مجرم ایک ہی ہوگا۔"

"پہلے آپ یہ سن لیں کہ تجوری میں کیا تھا۔"

"آپ کے علاقے کو تھانہ کون سا لگتا ہے۔"

"ماڈل کالونی کا ہی.... اور کون سا ہو گا۔"

انھوں نے تھانے فون کیا اور پھر افضل کبوری کی طرف متوجہ ہوئے۔

"آپ چوری کی رپورٹ اور تفصیل متعلقہ تھانے کو دیں.... وہ آ رہے ہیں.... ہم تو آپ کے پاس آئے تھے سرجالب کی چوری کے سلسلے میں...."

"اُف مالک.... تجوری بالکل خالی ہے اور مجھے معلوم تک نہیں.... دراصل آج صبح سے تجوری کھولنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ بھی اس کو آپ نے کب کھولا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"آپ کی مسکراہٹ مجھے زہر لگتی ہے۔"

"اب میں آپ کی وجہ سے مسکرانا تو نہیں چھوڑ سکتا۔" فاروق نے بھی جل کر کہا۔

"آپ کے آنے کا کیا فائدہ ہوا.... الٹا میری بھی چوری ہوگئی۔"

"گویا ہم نہ آتے تو یہ چوری نہ ہوتی.... جب کہ ہمارے

آنے سے پہلے ہی ہو چکی ہے۔"

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا.... اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی.... پھر ملازم سرجالب کو ساتھ لیے اندر آتا نظر آیا۔

"ہاں کبوری.... کیا کہہ رہے تھے تم.... تم نے مجھ سے ایک کروڑ روپے نہیں لیے۔"

"ہرگز نہیں... جب میرے اپنے پاس بے تحاشہ دولت ہے تو میں کیوں تم سے لیتا۔"

"خدا تم سے سمجھے.... اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم ایک کروڑ روپیہ ہضم کر جاؤ گے اور ڈکار تک نہیں لو گے تو میں کبھی بھی تمھیں رقم نہ دیتا۔"

"تم نے دی ہی نہیں۔"

"گویا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔"

"تمھارے پاس کوئی ثبوت ہے اس بات کا۔"

"نہیں....میں نے دوست خیال کرتے ہوئے تم سے کوئی تحریر نہیں لکھوائی تھی۔"

"تو پھر اب جا کر گھر بیٹھو.... اور ہاں اگر دو چار کروڑ روپے کی ضرورت ہو تو مانگ لینا.... بطور قرض دے دوں گا.... لیکن تحریر لکھوا کر۔" افضل کبوری نے طنزیہ انداز

میں کہا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج کل کے دوستوں کا خون اس قدر سفید ہو جائے گا" سر جالب بولے۔

"خون سفید کی بھی آپ نے ایک کہی.... ارے صاحب، اب تو خون سفید کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ ہونے لگا ہے.... آپ سوچ بھی نہیں سکتے... بس یوں سمجھ لیں... انسانی خون تو اب گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے لگا ہے" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"توبہ ہے آپ سے حضرت" افضل کبوری نے جھنا کر کہا۔

"توبہ اللہ سے کریں...." فاروق نے کہا۔

"مہربانی فرما کر خاموش رہیے.... ہم پہلے ہی بہت پریشان ہیں"

"ٹھیک ہے کبوری.... میں جا رہا ہوں.... آج سے میرا اور تمہارا تعلق ختم.... یہ ایک کروڑ میں اگلے جہان تم سے وصول کروں گا" سر جالب نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ضرور لے لینا... میں نے لیے ہوں گے تو دوں گا نا" افضل کبوری نے کہا۔

"ہاں ہاں.... بالکل"

اس وقت گھر کا ملازم اندر داخل ہوا۔

"سر.... پولیس آئی ہے.... میرا مطلب ہے.... مزید پولیس"

"اوہ ہاں.... انھیں اندر لے آؤ"

ایک پولیس انسپکٹر دس بارہ کانسٹیبلوں کے ساتھ اندر داخل ہوا:

"سلام صاحب.... تو آپ کے ہاں ہوئی ہے چوری" اس نے پولیس والوں کے انداز میں کہا۔

"ہاں انسپکٹر صاحب.... یہ دیکھیے تجوری.... اس میں بہت قیمتی ہیرے تھے.... جواہرات تھے.... زیورات تھے اور نقد رقم تھی"

"کیا آپ کو صبح اپنے گھر کے دروازے کھلے ملے تھے" انسپکٹر نے پوچھا۔

"دھیان نہیں رہا.... دھیان تو ہم اس وقت دیتے... جب پہلے اس چوری کا پتا چل جائے.... چوری کا پتا تو ہمیں ابھی چلا ہے.... جب ان لوگوں نے اس کو کھولا تھا"

انسپکٹر نے ان تینوں کی طرف دیکھا۔

"آپ لوگوں کی تعریف"

"تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا"

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے.... خیر آپ کے نام" اس نے

جلدی سے کہا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے اچھلا۔

"جی ہاں! یہی نام ہیں..... اچھلنے سے بدل نہیں جائیں گے۔"

فاروق نے منہ بنایا۔

"آپ..... آپ انسپکٹر جمشید کے.....؟" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"ہاں! یہی نام ہے..... آپ مہربانی فرما کر اپنا کام پہلے کر لیں۔ تجوری کی تصویر، اس پر سے انگلیوں کے نشانات... کیوں کہ صبح سے گھر کے کسی فرد نے تجوری کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر اس پر سے نشانات مل جاتے ہیں..... میرا مطلب ہے تازہ نشانات تو پھر چور ہی کے ہوں گے۔"

"جی ہاں بالکل۔"

اور اس نے اپنا کام شروع کر دیا..... تینوں کا مارے حیرت کے برا حال تھا..... وہ تو یہاں سر جالب کی چوری کے سلسلے میں آئے تھے..... یہاں دوسری چوری ہو گئی تھی..... دوسرے یہ کہ افضل کبوری اس بات سے انکاری تھا کہ اس نے بطور قرض ایک کروڑ روپے اس سے لیے ہیں جب کہ سر جالب کا کہنا تھا کہ اس نے ایک کروڑ روپے بطور قرض افضل کبوری

کو دیا ہے..... یہ دونوں باتیں حد درجے عجیب تھیں..... محمود فاروق اور فرزانہ نے خود کو چکر کھاتے محسوس کیا۔

"میرا خیال ہے..... اس معاملے میں ابا جان کی مدد لینا ہی پڑے گی..... انھیں فون کرنا ہی پڑے گا۔" فاروق بولا۔

"ابھی نہیں..... پہلے ہم خود کچھ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے....." محمود نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" فرزانہ نے فوراً اس کا ساتھ دیا۔

"جیسے تم دونوں کی مرضی....." فاروق نے کندھے اچکائے۔

جلد ہی انسپکٹر نے اپنا کام پورا کر لیا..... اس نے افضل کبوری کا بیان بھی لیا۔ ان چیزوں کی فہرست بھی..... جو افضل کبوری نے لکھ کر دی تھی..... پھر وہ چلا گیا.....

"تجوری کا تالا نمبروں والا ہے..... سر جالب کی تجوری کا تالا بھی نمبروں..... ارے..... یہ..... یہ کیا؟" محمود دھک سے رہ گیا۔

"کیا ہوا؟" فاروق اور فرزانہ اسے گھورنے لگے.....

"یہ تو بالکل ویسی ہی تجوری ہے..... جیسی سر جالب کے ہاں ہم دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں تو پھر..... اس سے کیا ہوتا ہے..... ہم دونوں نے یہ تجوریاں ایک ہی دکان سے اور ایک ہی وقت میں خریدی تھیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"کیوں! اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اس سے بہت کچھ ہوتا ہے.... اب ہم چور کا سراغ ان شاء اللہ بہت جلد لگائیں گے.... آپ اس تجوری والی دکان کا نام اور پتا بتائیں...."

"سرحدی برادرز مین روڈ دکان نمبر ۱۹۔"

"شکریہ.... آؤ بھئی چلیں۔"

وہ اسی وقت مین روڈ پہنچے.... یہ تجوریوں کی ایک بہت بڑی دکان تھی.... وہ سیدھے اس کے مالک کے پاس پہنچ گئے....

"جی فرمایئے! کیا خدمت کر سکتا ہوں.... میں سرحدی ہوں۔"

"آپ سرجاب اور افضل کبوری کو جانتے ہیں۔" فرزانہ نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے۔

"جی نہیں.... ویسے نام سنے ہوئے لگتے ہیں۔"

"ان دونوں حضرات نے آپ سے دو تجوریاں بالکل ایک جیسی خریدی تھیں.... ہو سکتا ہے.... سال دو سال پہلے خریدی ہوں۔ اس لیے آپ کو یاد نہ ہو۔"

"اچھا تو پھر۔"

"پھر یہ کہ ان دونوں تجوریوں سے ایک ہی رات میں چوری

ہوئی ہے.... تجوریوں کو کھول کر تمام مال و دولت نکال لیا گیا ہے۔"

"یہ خبر سن کر افسوس ہوا، لیکن ہمارا اس معاملے سے کیا تعلق ہے.... آپ ہم سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں.... آپ کون ہیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

محمود نے پہلے تو اپنا تعارف کرایا، پھر چوریوں کی قدرے تفصیل بتائی، اس کے بعد بولا:

"ہمارا خیال ہے.... تجوریوں کو بنانے والے دوسروں کی نسبت ان کو زیادہ آسانی سے کھول لیتے ہیں۔"

"لیکن ہر خریدار.... تالے کے نمبر خود سیٹ کرتا ہے...." اس نے جھلا کر کہا۔

"ہو سکتا ہے.... نمبروں کے علاوہ بھی تجوریاں کھولنے کا کوئی طریقہ رکھا جاتا ہو.... جو صرف آپ کو یا آپ کے کاریگروں کو معلوم ہو۔"

"نہیں جناب.... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہم نے پہلے بھی ایسے کیس پکڑے ہیں۔ تجوریاں بنانے والے چور بھی ثابت ہوئے ہیں۔"

"دیکھیے جناب! آپ ہم پر الزام لگا رہے ہیں۔" اس نے لال پیلا ہو کر کہا۔

"ہم تفتیش کر رہے ہیں ....." محمود پُرسکون آواز میں بولا:

"تو جرم ثابت کریں، اور مجھے گرفتار کرا دیں۔"

"اگر جرم ثابت ہوا تو ایسا تو ہم کریں گے ہی..... آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔"

"شکریہ ..... ضرور کریں .... اب میرا وقت نہ ضائع کریں، میں بہت مصروف آدمی ہوں۔"

"جی بہتر۔"

وہ جانے کے لیے اُٹھے ہی تھے کہ ایک آدمی دفتر میں داخل ہوا اور اسے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

واضح بات

گھر کے اندر انسپکٹر جمشید کی ایک بڑی سی تصویر فرش پر پڑی تھی .... اس کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے پیروں تلے مَسلا گیا ہے.....اس کے سامنے کاغذ کی ایک چِٹ موجود تھی، اس پر لکھا تھا:

"انسپکٹر جمشید!

تم شکست پر شکست کھاؤ گے .... اور اپنی گذشتہ کامیابیاں تمھاری نظروں میں بے وقعت ہو کر رہ جائیں گی ....میں نے تم سے کہا تھا نا.... کہ تمھارے دو قریبی ساتھیوں کو قتل کر چکا ہوں.... تم تو ابھی تک ان مقتولوں کا سراغ نہیں لگا سکے ..... اور چلے ہو ان مقتولوں کا سراغ لگانے .... بہت جلد

تم سے دو دو ہاتھ کروں گا۔ اس وقت کے لیے
ابھی سے تیاری کر لو.... سُنا۔

تمھارا بدترین دشمن "

"خبردار کوئی.... اس تصویر اور اس چِٹ کو کوئی ہاتھ نہ
لگائے.... ہو سکتا ہے، اس پر انگلیوں کے نشانات ہوں....
ایک بات بہر حال ثابت ہے..... مجرم خود یا اس کا کوئی
آدمی ان دونوں کے قتل کے بعد یہاں آیا ہے.... اور یہ
تصویر اور چِٹ رکھ گیا ہے...." انھوں نے جلدی جلدی
کہا۔

ان کے چہرے پر ذرا بھی غصّے کے آثار نہیں تھے
جب کہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کا مارے غصّے کے بُرا
حال تھا.... انسپکٹر جمشید ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"اس میں طیش میں آنے کی ضرورت نہیں...."

"تو اور کس چیز کی ضرورت ہے جمشید.... وہ میرے
سامنے ہوتا تو میں اس کی بوٹیاں نوچ لیتا۔"

"کیا صرف اس جرم میں خان رحمان.... کہ اس نے تمھارے
دوست کی تصویر کو پیروں تلے روندا ہے؟"

"ہاں!" وہ بولے۔

"لیکن اس جرم میں ان کی بوٹیاں نہیں نوچی جا سکتیں....

ہاں یہ جو اس نے ان دو آدمیوں کو قتل کیا ہے.... اس کی
سزا اُسے ضرور ملے گی.... وہ بھی قانون کے مطابق۔"

"تت.... تم بھی عجیب ہو جمشید۔"

"ہاں شاید.... عجیب تو میں ہوں۔"

"اور غریب بھی...." پروفیسر داؤد مسکرائے۔

انھوں نے انگلیوں کے نشانات اٹھوائے..... پورے
گھر کی تلاشی لینے پر انھیں..... صرف چابیوں کا ایک چھلّا
ہی مل سکا.... اس میں تین چابیاں تھیں.... اور یہ چابیاں
کسی بنک کے لاکر کی تھیں.... گویا ان دونوں نے بنک
میں لاکر لے رکھا تھا.... ظاہر ہے.... یہ اپنی نقدی اس
میں رکھتے ہوں گے۔

وہاں سے فارغ ہو کر وہ ایک بنک پہنچے....

"یہ چابیاں آپ کے بنک لاکرز کی ہیں۔" انھوں نے مینجر
سے پوچھا۔

چابیاں دیکھ کر مینجر نے فوراً سر ہلا دیا

"جی ہاں! لیکن یہ آپ کی تو نہیں ہیں۔"

انسپکٹر جمشید نے اپنا کارڈ دکھایا.... اس کی آنکھوں
میں خوف دوڑ گیا....

"یہ بتایئے.... یہ لاکرز کس نے کرائے پر لے رکھے ہیں"

ہیں۔"

"دو نوجوان سے آدمی ہیں.... ایک کا نام اگی ہے، دوسرے کا نام ثامی۔"

"ان کے حلیے؟"

اس نے جو حلیے بتائے.... وہی تھے جو مقتولوں کے تھے....

"ان دونوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"ارے!" مینیجر دھک سے رہ گیا۔

"اور ان کے گھر سے کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی.... جو ان کے قتل کا معمہ حل کرنے میں مدد کر سکے.... بس یہی چابیاں ملی ہیں.... وہ بھی اس لیے کہ چابیاں ان کی جیب میں نہیں تھیں.... مکان میں ایک عام سی جگہ رکھی ہوئی تھیں.... شاید اس لیے کسی نے ان چابیوں پر توجہ نہیں دی۔"

"ہوں! ٹھیک ہے.... آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم ان کے لاکرز کو کھول کر دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"اس کے لیے آپ کو ایک تحریر دینا ہو گی.... مجھے اس تحریر پر اپنے زونل مینیجر سے دستخط کرانا ہوں گے.... تب کہیں جا کر آپ ان کے لاکرز کو دیکھ سکتے ہیں۔"

"تو کیا انھوں نے تین لاکر لے رکھے ہیں؟"

"ہاں! اس پر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی کہ وہ تین لاکر لے کر کیا کریں گے.... لیکن میں کر ہی کیا سکتا تھا.... میرا تو کام ہی.... لاکرز گاہکوں کو دینا ہے۔"

وہ اس کارروائی سے گزر کر آخر لاکرز تک پہنچ گئے.... پہلے ایک لاکر کھولا گیا.... پھر دوسرا، ان دونوں میں نقدی زیورات اور ہیرے جواہرات کے علاوہ کچھ نہیں تھا.... تیسرے لاکر کا دروازہ کھولا گیا.... تو ان کی حیرت بڑھی....

اس میں کوئی زیور یا نقدی نہیں تھی.... صرف اور صرف کاغذات تھے.... کچھ تصاویر تھیں۔ ایک فائل بھی تھی۔

"فی الحال ہم زیورات اور نقدی والے لاکرز اسی طرح بند کر رہے ہیں.... ان کے بارے میں بعد میں فیصلہ کیا جائے گا۔"

انسپکٹر جمشید بولے:

"جی بہتر...." مینیجر نے کہا۔

"اور یہ کاغذات لے جا رہے ہیں.... ان کی رسید لکھ دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے سر۔" اس نے کہا۔

"لیکن جمشید.... ہمیں ان زیورات کو کم از کم سرجالب سے تو چیک کرا لینا چاہیے.... ہو سکتا ہے، ان کے زیورات

بھی اس میں موجود ہوں "۔

"انھیں یہاں بلانے کی ضرورت نہیں.... یہ بات تو ہم خود معلوم کر سکتے ہیں "۔

"لیکن کیسے .... کیا تم ان زیورات کو پہچانتے ہو "۔

"نہیں ! مینیجر صاحب .... آج یا کل ان دونوں نے ان لاکرز میں کوئی چیز رکھی ہے آ کر "۔

"جی نہیں "۔

"کیوں بھئی .... اب کیا کہتے ہو .... جب ایک دو دن کے اندر انھوں نے کوئی زیور وغیرہ رکھا ہی نہیں تو ان کے زیورات یہاں کہاں سے آ جائیں گے...." وہ مسکرائے۔

"بات ٹھیک ہے .... آؤ چلیں "۔

وہ بنک سے باہر نکل آئے۔

"اب ہم گھر چل کر ان کاغذات کا جائزہ لیتے ہیں...."

"ہاں ! ہو سکتا ہے ، وہاں محمود ، فاروق اور فرزانہ بھی آ چکے ہوں "۔

"ٹھیک ہے .... ان سے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا کچھ کر چکے ہیں "۔

وہ گھر پہنچے .... پہلے انھوں نے ان کاغذات کا مطالعہ کیا .... ان کی رُو سے وہ دونوں ایک نامعلوم آدمی کے

لیے کام کر رہے تھے .... جو اس شہر کی ایک تنگ سی سڑک ناروے روڈ کی تیسری عمارت میں ان سے ملاقات کرتا تھا.... وہ ان سے صرف چوری کی وارداتیں کراتا تھا .... ان کا ایک تیسرا ساتھی ساتھ ہوتا تھا .... اس کا نام بھی انھوں نے لکھا تھا۔ نام تھا جیری مون۔

"حیرت ہے .... اس کے پڑوسیوں نے جیری مون کا ذکر نہیں کیا " خان رحمان نے کہا۔

"پڑوسیوں سے مل کر اس کا حلیہ معلوم کر لیتے ہیں " انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور یہ فائل ...."

اب انھوں نے فائل کھولی .... اس میں ان لوگوں کے نام پتے تھے جن گھروں میں انھوں نے چوریاں کی تھیں .... ان گھروں سے لوٹی گئی رقموں کا حساب کتاب اس میں درج تھا.... کہ انھیں کتنا ملا .... باس نے اس میں سے کتنا رکھا .... فائل میں انھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ انھیں باس سے بہت ڈر لگتا ہے ، ان کا خیال تھا کہ کسی روز وہ انھیں شوٹ کر دے گا .... اور یہ زیورات بیکار جائیں گے.... لہٰذا کیوں نہ ایسی صورت میں یہ اصل مالکان کو مل جائیں.... ہو سکتا ہے اس طرح ہمیں آخرت میں کچھ ثواب مل جائے....

اُنھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ اس نامعلوم شخص کے لیے
یہ چوریاں خوشی سے نہیں کرتے.... بلکہ اس کے پاس ہمارے
کچھ ایسے راز ہیں کہ اگر وہ ان کو پولیس کے حوالے کر دے تو
ہم کم از کم سات سال کے لیے جیل ضرور جائیں.... ہم سے
جرم ضرور سرزد ہوا تھا، لیکن وہ اتفاقیہ طور پر ہوا تھا....
اور اس کی تصاویر باس کے پاس موجود ہیں.... یہ بات بھی
کم حیرت والی نہیں کہ وہ تصاویر باس کے پاس کس طرح آ
گئیں.... ہمارا دل کہتا ہے کہ وہ جرم بھی دانستہ طور پر
باس نے ہم سے کرایا تھا.... تاکہ تصاویر لے سکے.... اور
ہمیں بے بس کر سکے.... انھوں نے فائل میں یہ بھی لکھا تھا
کہ باس کبھی اصل شکل و صورت میں ان کے سامنے نہیں آتا....
جب بھی اس سے ملاقات ہوتی ہے، وہ سیاہ نقاب میں
ہوتا ہے.... اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی ہمیں نظر نہیں
آتا.... ہاں آواز ضرور ہم سنتے ہیں، لیکن اس کے بارے
میں بھی ہمیں یقین ہے کہ وہ آواز بدل کر بات کرتا
ہے.... کاش کبھی ہم اس سے چھٹکارا پا سکیں.... ہم اس
زندگی سے بہت تنگ آئے ہوئے ہیں۔"

"یہ تھیں اس فائل میں تفصیلات.... پڑھ کر انھوں نے
ان کی طرف دیکھا۔

"کیا خیال ہے؟"

"اس سے سچائی ٹپک رہی ہے۔"

"ہاں! وہ دونوں اچھے آدمی تھے.... کہیں ملازمت کرتے ہوں
گے.... لیکن اپنے کام کا آدمی خیال کرتے ہوئے اس جرائم
پیشہ شخص نے ان کے ہاتھوں کوئی جرم کرا دیا.... اور اس
جرم کی تصاویر اتار لیں.... ہو سکتا ہے، وہ جرم بھی کوئی فرضی
جرم ہو۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"تک.... کیا جمشید.... فرضی جرم.... یہ تو کسی ناول کا
نام ہو سکتا ہے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے.... لیکن تم فاروق نہیں ہو...." انھوں
نے بُرا سا منہ بنایا۔

"یہی تو فاروق کا کمال ہے.... وہ ہم سے الگ ہو
کر بھی الگ نہیں ہوتا۔" پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

"اب ہمارے پاس کرنے کے لیے بہت کام ہے.... ہمیں
پہلے ان دونوں کے محلے داروں سے ملنا ہے.... پھر اس
عمارت میں جائیں گے.... جس میں یہ لوگ اپنے باس سے
ملتے تھے.... یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس نے یہ عمارت کرائے
پر لے رکھی ہو گی...."

"لیکن.... عمارت کا کوئی مالک تو ہو گا.... اور وہ کرائے دار

کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا" خان رحمان نے کہا۔

"ہاں بالکل، کیوں نہیں .... اور محمود، فاروق اور فرزانہ اب تک نہیں لوٹے .... بیگم .... وہ جونہی آئیں .... ان سے کہنا کہ یہیں رُک کر میرے فون کا انتظار کریں"

"اچھا! لیکن .... آپ کھانے کے بغیر کس طرح جا سکتے ہیں .... بالکل تیار ہے"

"بلکہ .... تمھارے پاس تو کھانا ہر وقت بالکل تیار رہتا ہے" "اچھا لے آؤ" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا اور وہ ہنستی ہوئی چلی گئیں"

کھانے سے فارغ ہو کر وہ اکی اور ٹامی کے محلے میں پہنچے .... آس پاس کے لوگوں سے انھوں نے ایک بار پھر ملاقات کی ....

"ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ کہیں ملازمت بھی کرتے تھے"

"ملازمت وہ پہلے کیا کرتے تھے .... کافی دن پہلے انھوں نے ملازمت چھوڑ دی تھی .... اور کوئی کاروبار کرنے لگ گئے تھے"

"انھوں نے اپنے کاروبار کے متعلق کبھی کسی کو کچھ بتایا"

"نہیں .... کبھی نہیں .... وہ ہم سے زیادہ بات چیت نہیں

کرتے تھے" ایک نے بتایا۔

"اچھا چلیے .... یہ بتا دیں .... وہ کہاں ملازمت کرتے تھے"

"سرکاری محکمے میں .... جہاں تک مجھے یاد ہے .... ایک بار انھوں نے بتایا تھا کہ محکمہ خارجہ میں کام کرتے تھے"

"اوہو اچھا" وہ چونک اُٹھے ....

وہ وہاں سے سیدھے محکمہ خارجہ پہنچے .... وہاں کے ڈائریکٹر سے ملاقات کی .... ان کا نام رضوان خالدی تھا ....

"اکی اور ٹامی .... یہ دو نام ہیں .... یہ دونوں آپ کے ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے ...."

"ان کے نام نہ لیں" انھوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیوں کیوں .... خیر تو ہے"

"ان ذلیلوں نے ایک فائل چرا کر کسی کے ہاتھوں فروخت کر دی تھی"

"اوہو اچھا"

"ہاں! فائل بھی بہت اہم نوعیت کی تھی .... ملک کو کافی نقصان پہنچا ہے ...."

"تو پھر .... کیا انھیں سزا ہو گئی تھی"

"نہیں .... ان پر جرم ثابت نہیں ہو سکا تھا"

"پھر آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام ان کا تھا.... ہو سکتا ہے.... کام ان کا نہ ہو۔"

"وہ فائل انھیں کے حوالے کی گئی تھی.... اور وہ طلب کرنے پر پیش نہ کر سکے....۔"

"تب پھر اس بات کا زبردست امکان ہے کہ ان دونوں نے فائل واقعی نہ چرائی ہو۔"

"نہیں.... ان کے علاوہ پورے دفتر میں کوئی فردِ ایسا تھا ہی نہیں جس پر شک کیا جا سکتا۔"

"اوہ اچھا.... خیر.... پھر وہ فائل مل گئی تھی یا نہیں۔"

"نہیں! کوئی پتا نہیں چل سکا...۔"

"تو پھر پولیس نے ان دونوں سے اگلوانے کی کوشش تو کی ہو گی۔"

"ہاں کی تھی.... لیکن پولیس سات روز تک انھیں اپنے پاس رکھ کر ان سے کچھ معلوم نہ کر سکی۔"

"ہوں.... خیر.... آئیے بھئی چلیں۔"

"نہیں.... ایسا بھی کیا.... چائے تو پی کر جائیں۔"

"ہم ذرا جلدی میں ہیں شکریہ.... پھر کبھی سہی۔"

وہ باہر نکل آئے....

"کیا خیال ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"واضح ہو گئی بات.... اس نامعلوم آدمی نے ان سے وہ فائل چوری کرائی تھی.... ساتھ ہی اس نے ان کی تصاویر بھی اتروالیں.... تاکہ ان کا جرم ثابت کرنا اس کے لیے کچھ مشکل نہ ہو.... ساتھ انھیں یہ بھی احساس دلایا کہ چوری کے بارے میں پولیس کو کچھ نہ بتائیں.... وہ سات سال کے لیے تو ضرور اندر جائیں گے..... سات سال جیل کی سزا کے خوف سے وہ کچھ نہ بتا سکے.... اور مار کھاتے رہے... ثبوت نہ ملنے کی بنا پر انھیں رہا کر دیا گیا.... اور اس کے بعد باس ان سے کام لینے لگا.... چوریاں کرانے لگا۔"

"بالکل ٹھیک.... سوال یہ ہے کہ ہم آگے بڑھے یا نہیں.... ہماری تفتیش کی گاڑی تو وہیں کی وہیں ہے۔"

"ہوں! ایک بات کا اندازہ ضرور ہو گیا ہے.... اور وہ یہ کہ باس کوئی بہت چالاک آدمی ہے.... اور ہاں ہم ایک تجربہ کر سکتے ہیں۔" انھوں نے چونک کر کہا۔

"تت.... تجربہ؟" خان رحمان بولے۔

"ہاں تجربہ.... وہ صرف ان دونوں سے ہی کام نہیں لیتا تھا.... اگر ایسا ہوتا تو انھیں قتل نہ کراتا، اس کے کچھ اور گرگے بھی ہیں.... جن سے وہ کام لے رہا ہے۔"

"تو پھر...."

"ایک منٹ" انھوں نے کہا اور جلدی جلدی فون پر کسی کے نمبر ملانے لگے....

"مسٹر رضوان خالدی صاحب ....آپ کے محکمہ کا کوئی اور آدمی بھی اس طرح پکڑا گیا تھا... میرا مطلب ہے کسی فائل کی چوری کے الزام میں"

"نہیں جناب.... اور کسی نے ایسی حرکت نہیں کی" انھوں نے بتایا۔

اب انھوں نے محکمہ داخلہ کو فون کیا .... ان سے پوچھا کہ کوئی ایسی واردات تو نہیں ہوئی.... جواب سن کر ان کی حیرت بڑھی .... محکمہ کے ڈائریکٹر نے بتایا کہ جی ہاں .... ایسی ایک واردات ہوئی تھی۔

"آپ .... آپ دفتر ہی میں ہیں نا....ہم ملاقات کرنا چاہتے ہیں"

اب وہ وہاں پہنچے .... محکمہ داخلہ کے ڈائریکٹر کا نام ثوبان تیتر تھا۔ انھوں نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔

"اب بتائیے .... آپ کے ہاں کیا واردات ہوئی تھی"

"ایک ملازم ہمارے ہاں تھا .... اس کا نام تھا ملک گوگیر، ایک اور ملازم تھا.... اس کا نام تھا... شاہ گل، دونوں نے ایک دن ایک فائل اڑا لی تھی...."

"پھر کیا ہوا" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"..... افسوس ہم ان کے خلاف جرم ثابت نہ کر سکے... اور وہ صاف بچ گئے"

"آپ ان کے پتے تو دے سکتے ہیں"

"ریکارڈ میں موجود ہوں گے"

"مہربانی فرما کر نکلوا دیجیے"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر وہ ان دونوں کے پتے لے کر وہاں سے نکل آئے۔

"اب تفتیش آگے بڑھ رہی ہے" انسپکٹر جمشید پر جوش انداز میں بولے۔

"ہاں جمشید .... ہمیں بھی مزہ آ رہا ہے"

"ابھی اور آئے گا"

"اچھا ...... یہ بات تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو" پروفیسر داؤد بولے۔

"اس لیے پروفیسر صاحب کہ ہر بات میں اتنے یقین سے ہی کہا کرتا ہوں" وہ مسکرائے۔

اور پھر انھوں نے ملک گوگیر اور شاہ گل کے دروازے پر دستک دی .... باہر نکلنے والے دونوں پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر جمشید زور سے اُچھلے۔

سچ تو یہ ہے

"آہا! مسٹر سرفراز آپ اور یہاں" فاروق چہکا۔

وہ بھی انھیں دیکھ کر دھک سے رہ گیا .... پھر سنبھل کر بولا۔

"جی ہاں! میں یہاں .... کیوں اس میں عجیب بات کیا ہے .... مجھے ایک چھوٹی سی تجوری خریدنا ہے۔"

"ضرور خریدیں .... بھلا ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے، لیکن ہمیں حیرت تو پھر بھی رہے گی۔"

"آخر کس بات پر؟" اُس نے جھنا کر کہا۔

"اس بات پر کہ اس کمپنی کی دو تجوریوں کو کھول کر ان میں سے نقدی، زیورات اور ہیرے چرا لیے گئے ہیں اور آپ پھر بھی اس فرم کی تجوری خریدنے آئے ہیں۔"

"تو کیا اس میں ہمارا قصور ہے جناب" سرمدی نے جھنا

کر کہا۔

"ہم آپ سے بات نہیں کر رہے...." محمود نے اُسے گھورا۔

"دیکھیے جناب! یہ میرا مسئلہ ہے.... میں تجوری کہیں سے بھی خریدوں.... آپ کو اس سے کیا۔"

"بالکل ٹھیک.... ہمیں اس سے کیا...." فرزانہ نے مسکرا کر کہا.... پھر ان دونوں سے بولی۔

"آؤ بھئی ہم چلیں...."

تینوں باہر نکل آئے.... محمود سڑک پار کر کے دوسری طرف جا کھڑا ہوا۔ فاروق اور فرزانہ نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"کیا ارادہ ہے؟"

"انتظار۔" محمود بولا۔

"انتظار.... کس کا انتظار؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"سرفراز کا۔" وہ مسکرایا۔

"اوہ" دونوں کے منہ سے نکلا۔

"بات تو ٹھیک ہے.... ذرا ہم بھی تو دیکھیں.... یہ کیا خرید کر لاتا ہے۔"

"مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"حیرت ہے.... مجھے تو دال ہی نظر نہیں آ رہی....

تو کالا کیسے نظر آئے گا۔"

"پتا نہیں.... ابا جان کہاں رہ گئے.... انھوں نے ہماری خبر لی یا نہیں۔"

"فون کر لیتے ہیں۔"

"اوہ ہاں۔"

محمود نے گھر کے نمبر ملائے.... دوسری طرف سے ان کی والدہ نے بتایا کہ ان کے والد، انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل کے ساتھ تھوڑی دیر پہلے آئے ضرور تھے.... اور وہ ان سے ملنا بھی چاہتے ہیں۔

"اچھا امی جان.... ہم جلد گھر آنے کی کوشش کریں گے، وہ فون کریں تو بتا دیجیے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

عین اس وقت انھوں نے سرفراز کو باہر آتے دیکھا:

"اس کے ساتھ کوئی آدمی نہیں.... جو ٹرالی پر تجوری رکھ کر لا رہا ہو۔" فاروق بولا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے.... کہ اس نے آرڈر دے دیا ہو اور فرم بعد میں تجوری اس کے گھر پہنچا دے۔" فرزانہ نے کہا۔

"اس صورت میں اس کے پاس تجوری کی رسید ضرور

ہونی چاہیے۔"

"اوہ ہاں واقعی۔" فرزانہ چونکی....

پھر جونہی سرفراز اپنی کار کی طرف بڑھا.... تینوں اس کے راستے میں آ گئے....

"خرید لی آپ نے تجوری۔"

"ہاں خرید لی.... تم سے مطلب؟" اس نے جل کر کہا۔

"کہاں ہے!"

"بھیج دیں گے بعد میں.... ضروری نہیں کہ میں ساتھ لے کر جاؤں۔"

"ہاں! بات تو ٹھیک ہے.... لیکن جو تجوری آپ نے خریدی.... اس کی رسید ضرور آپ کی جیب میں ہونی چاہیے.... ذرا رسید دکھائیں۔"

"آخر میں کیوں دکھاؤں.... تم ہو کون میرے معاملے میں دخل دینے والے۔"

"جی ہم.... ہمیں محمود، فاروق اور فرزانہ کہتے ہیں۔"

"ارے میاں جاؤ.... بہت دیکھے ہیں۔" اس نے جھلا کر کہا اور آگے بڑھنے لگا۔

"نہیں جناب! آپ کو رسید تو دکھانا ہوگی.... ورنہ ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے۔"

"یہ اچھی زبردستی ہے.... تم مجھے روک کس طرح سکتے ہو۔"

"بس روک سکتے ہیں۔"

"میں نہیں رکتا۔" یہ کہ کر اس نے آگے نکل جانے کے لیے تیزی دکھائی.... لیکن تینوں نے اسے ذرا بھی راستہ نہ دیا۔

"آخر یہ کیا بدتمیزی ہے۔" وہ چلایا۔

"آپ کے سامنے تو ہے۔"

"میں آپ لوگوں کے خلاف رپورٹ درج کراؤں گا۔"

"ضرور کرائیے گا۔"

"اگر میں دیر سے پہنچا تو کبوری صاحب مجھے ملازمت سے نکال بھی سکتے ہیں اور اس کی ذمہ داری بھی آپ پر ہوگی۔"

"اوہو.... تو آپ ان کے کام سے آئے ہیں۔"

"نہیں.... اپنے کام سے، لیکن میرا دیر سے پہنچنا وہ برداشت کرتے....۔"

"اچھا چلیے یہ مان بھی لیں کہ آپ تجوری خریدنے نہیں آئے تھے۔"

"چلو مان لیا، نہیں آیا تھا تو پھر.... اب میرا راستہ چھوڑ دیں۔"

"تو پھر کس لیے آئے تھے.... یہ تو بتائیں نا۔"

"سرحدی صاحب سے ملنے..... وہ میرے دوست ہیں۔"

"پہلے یہ بات کیوں نہ کر دی..... اس وقت کہا تھا، تجوری خریدنے آیا ہوں۔" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"آپ لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا.... اتنی سی بات کے لیے میرا راستہ روک لیا ہے۔"

"یہ بات اتنی سی نہیں.... سر جالب کے ہاں سے پچاس لاکھ روپے چرائے گئے ہیں...."

"تو پھر افضل کبوری کی تجوری سے بھی چرائے گئے ہیں.... ایک دو کروڑ سے تو کیا کم ہوں گے...." اس نے جل کر کہا۔

"پھر بھی آپ اس معاملے کو اتنی سی بات کہہ رہے ہیں۔"

"اس معاملے کو نہیں.... مجھے یہاں روکنے کے سلسلے میں کہا تھا میں نے۔"

"سچ بات تو یہ ہے کہ آپ کو یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی ہے...."

"اس میں میرا کیا قصور جناب۔"

"اس سے معلوم ہوتا ہے...... یہ دونوں چوریاں سرحدی نے کرائی ہیں.... اور اس میں آپ بھی برابر کے شریک ہیں۔"

"اُف توبہ! آپ بھی کیا باتیں کرتے ہیں...." اس نے تلملا

کر کہا۔

"ہم نے تجوریاں بنانے والوں کو ایسے کام کرتے دیکھا ہے جناب۔" محمود نے اسے گھورا۔

"افضل کبوری صاحب نے چوری کی رپورٹ درج کرا دی ہے یا نہیں۔"

"کیوں نہ کراتے...." اس نے منہ بنایا۔

"بس ٹھیک ہے.... اب آپ شہر سے باہر جانے کی کوشش نہیں کریں گے.... اگر آپ نے ایسی کوئی کوشش کی تو فوری طور پر گرفتار کر لیے جائیں گے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے...." اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا....

اب انھوں نے اسے روکنے کی کوشش نہ کی۔

"میرا خیال ہے.... انکل اکرام سے ان دونوں کی نگرانی کرانی چاہیے.... وہ دو آدمی ان پر مقرر کر دیں گے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

محمود نے اسی وقت اکرام کے نمبر ملائے.... دوسری طرف سے فوراً اکرام کی آواز سنائی دی۔

"یہ میں ہوں انکل۔"

"اوہ ہاں محمود.... کیا بات ہے۔" اکرام نے کہا۔

محمود کی آنکھوں میں حیرت تیر گئی۔

"دو نام نوٹ کریں.... ان دونوں کی چوبیس گھنٹے نگرانی کرائی جائے گی۔"

"کیا نام ہیں؟"

اس نے نام لکھوا دیے، ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑا:

"عجیب بات ہے۔" محمود بولا۔

"مجھے یوں لگا جیسے انکل اکرام کی آواز سے کسی نے اپنائیت چھین لی ہو.... جیسے کوئی بالکل غیر آدمی کسی دوسرے غیر سے بات کرتا ہے نا۔"

"ہوں!.... یہ بات ہم پہلے بھی محسوس کر چکے ہیں کہ انکل اکرام میں اور آئی جی صاحب میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔"

"جب کہ چہروں پر میک اپ ثابت نہیں ہو سکا.... پھر یہ کس طرح ممکن ہے؟"

"انھیں ایک ہفتے کے لیے سرکاری دورے پہ جانا پڑا تھا.... بیرون ملک.... کہیں اس دورے کے دوران تو کچھ نہیں ہوا۔"

"اوہ.... اس بارے میں سراغ لگانا ہی پڑے گا۔"

"خیر آؤ.... پہلے انکل اکرام سے دو دو باتیں کر لیں.... ذرا دیکھیں تو سہی.... یہ کہیں ہمارا وہم تو نہیں ہے۔"

"لیکن ہم یہ اندازہ کس طرح لگائیں گے؟"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں.... ترکیب میں بتاؤں گی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے کہ تم ہمارے ساتھ ہو۔" فاروق مسکرایا۔

"اس حد تک یادداشت کی کمزوری بھی ٹھیک نہیں.... کہ میں ساتھ ہوں اور پھر بھی یہ بھول گئے ہیں کہ میں ساتھ ہوں۔" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اچھا معاف کر دو.... اور آگے بڑھو۔"

وہ اسی وقت اکرام کے دفتر پہنچ گئے.... اکرام اپنی سیٹ پر موجود تھا.... لیکن کھویا کھویا سا.... انھیں دیکھ کر اس کے چہرے پر نہ خوشی چمکی نہ چمک لہرائی۔

"میں نے دو آدمی مقرر کر دیے ہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"بہت خوب! ہر آٹھ گھنٹے میں ان کی ڈیوٹی تبدیل ہو گی۔"

"ہاں! بالکل۔" اس نے کہا۔

"انکل ذرا میں ایک فون کروں گی۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

فرزانہ نے فون اپنی طرف سرکا لیا اور جلدی جلدی گھر کا نمبر ڈائل کیا ...

"ہیلو امی جان .... آپ .... ابا جان کی کیا خبر ہے .... جی .... کیا فرمایا .... ہائیں .... کیا۔" یہ کہہ کر اس نے بوکھلاہٹ زدہ آواز میں ریسیور رکھ دیا۔

"کیا بات ہے ... محمود۔" فاروق اور فرزانہ نے کہا۔

فرزانہ تیزی سے اچھل کر باہر کی طرف بھاگی .... فاروق اور محمود بھی بھاگ پڑے .... وہ دوڑتے ہوئے دفتر سے باہر نکل آئے۔

انھوں نے باہر نکلنے کے بعد مڑ کر دیکھا .... اور حیرت زدہ رہ گئے .... اکرام ان کے پیچھے باہر نہیں نکلا تھا۔

"اب مجھے اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا .... یہ ہمارے انکل اکرام ہرگز نہیں ہیں۔"

"اُف .... لیکن ان کے چہرے پہ میک اپ کیوں ثابت نہیں ہو سکا۔"

"میک اپ .... اس بارے میں سوچ لیا جائے گا .... آؤ .... یہی تجربہ ذرا آئی جی صاحب سے ہو جائے۔"

وہ چکر کاٹ کر آئی جی صاحب کے دفتر پہنچے ....

اندر داخل ہوئے تو وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آئے۔

"ہماری آمد سے آپ کو پریشانی تو نہیں ہوئی۔"

"نن .... نہیں تو .... آؤ بیٹھو۔" وہ بولے۔

"ہم ایک سلسلے میں کافی پریشان ہیں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"سب انسپکٹر اکرام ہیں نا سر .... ان میں کوئی حیرت انگیز تبدیلی آئی ہے۔"

"حیرت انگیز تبدیلی .... میں سمجھا نہیں۔"

"مطلب یہ کہ وہ پہلے جیسے نہیں رہے۔"

"میں سمجھ نہیں سکا .... آخر کس طرح .... کیا اس کے چہرے پہ میک اپ چیک نہیں کیا جا چکا۔"

"یہ ہو چکا ہے .... بالکل اسی طرح جس طرح آپ کے چہرے کو چیک کیا گیا ہے۔"

"تو پھر ....؟"

"لیکن انکل اکرام ہمیں اصل نہیں لگتے۔"

"تو پھر میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" انھوں نے ... کے عالم میں کہا۔

"ایک منٹ .... انکل .... کیا میں ایک فون کر سکتی ہوں۔" فرزانہ نے کہا

"ضرور کیوں نہیں۔"

اس نے پھر گھر کے نمبر ملائے .... اور سلسلہ ملنے پر بولی۔

"ہاں امی جان .... یہ میں ہوں...."

"یہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو.... کیسے عجیب غریب سے فون کر رہی ہو۔" انھوں نے جل بھن کر کہا۔

"میں گھر آکر اس کی وضاحت کروں گی.... جی.... کیا کہا.... ارے اوہ اچھا۔" فرزانہ خوف زدہ آواز میں چلائی۔ پھر اس نے ریسیور پٹخا .... اور باہر کی طرف دوڑ پڑی .... محمود اور فاروق نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"کیا ہوا بھئی .... خیر تو ہے۔" آئی جی صاحب جلدی سے بولے۔

لیکن انھوں نے تو جیسے سنا ہی نہیں .... بس دوڑتے چلے گئے .... دفتر سے باہر نکلنے کے بعد مڑ کر دیکھا .... آئی جی صاحب اپنے کمرے سے نہیں نکلے تھے۔

"یہ تجربہ کیسا رہا...." فرزانہ مسکرائی۔

"بہت اچھا.... بہت زبردست۔" محمود نے تعریف کی۔

"فاروق تم کچھ نہیں بولے۔"

"آخر تمھیں اپنی تعریف سننے کا اتنا شوق کیوں ہے؟"

"اتنا تو نہیں .... تھوڑا بہت ہوگا .... اور میرے خیال میں تھوڑا بہت تو سبھی انسانوں کو ہوتا ہے .... تمھیں بھی ضرور ہوگا .... کیوں محمود، میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔"

"اب میں کیا کہوں .... اگر کہتا ہوں کہ ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو .... تو اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ مجھے بھی اپنی تعریف سننے کا کسی حد تک شوق ہے .... اور اگر میں کہوں کہ نہیں، یہ بات غلط ہے .... تو یہ شاید جھوٹ ہوگا۔" محمود نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

فاروق اور فرزانہ مسکرا دیے .... فرزانہ بولی:

"تمھارا جواب مل گیا .... لیکن یہ بھیانک راز جو ہم پر کھلا ہے .... اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔"

"ہمیں فوراً ابا جان سے رابطہ قائم کرنا ہوگا .... وہ پہلے ہی پیغام دے چکے ہیں .... کہ ہم گھر پہنچ جائیں۔"

"تو پھر چلو۔"

وہ گھر پہنچے .... اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی .... اس سے پہلے کہ ان کی والدہ ریسیور اٹھائیں، محمود نے ریسیور اٹھا لیا .... دوسری طرف سے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی ....

"فوراً اِدھر آ جائیں .... زبردست گڑبڑ ہے۔ انسپکٹر جمشید"

گھر پر

"آہا .... تم دونوں کو تو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تمہارے نئے نام ملک گوگیر اور شاہ گل ہیں"

"آ .... آپ .... یعنی کہ آپ" دونوں ہکلائے .... ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے تھے ....

"مجھے اپنے سامنے دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے .... لیکن بھئی، میں نے تو تمہارے بارے میں یہ حیرت انگیز خبر سنی ہے کہ تم دونوں محکمہ داخلہ میں ملازم ہو گئے تھے .... آخر یہ کس طرح ہوا ہوگا .... تم جیسے سزا یافتہ لوگوں کو محکمہ داخلہ میں کس نے ملازم رکھ لیا تھا .... ہیں" وہ ناخوش گوار لہجے میں بولے۔

جیل سے نکل کر ہم نے .... لیکن نہیں .... آپ آئیے نا ....

بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"ضرور.... کیوں نہیں .... آؤ خان رحمان .... یہ میرے پرانے دوست ہیں .... پہلے منشیات کا دھندا کرتے تھے .... میں نے پکڑ کر جیل بھجوایا تھا وغیرہ۔"

"اوہ!" خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! آپ نے ہم پر احسان کیا تھا، کیونکہ جیل جاکر ہم انسان بن گئے تھے اور نکل کر ہم نے ملازمت کی تلاش شروع کر دی تھی.... انہی دنوں محکمہ داخلہ میں کچھ خالی جگہوں کے لیے اخبارات میں اشتہارات شائع ہوا.... ہم دونوں انٹرویو دینے چلے گئے اور رکھ لیے گئے.... اس پر حیرت ہمیں بھی ہے کہ ہمیں اس قدر آسانی سے ملازمت کس طرح مل گئی تھی، نہ ہمارے پاس کوئی سفارش تھی.... نہ ہم نے کسی کو رشوت دی، اور کام ہو گیا، ہم بہت خوش ہوئے تھے۔"

"لیکن پھر ہوا کیا .... ملازمت کس طرح چھوٹ گئی۔" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جی بس.... ہم پر ایک فائل کی چوری کا الزام لگایا گیا تھا.... اگرچہ برآمد نہیں ہو سکی تھی.... پھر شک کی بنا پر ہمیں فارغ کر دیا گیا.... افسوس۔"

"اور اب تم کیا کرتے ہو۔"

"بس محنت مزدوری کرتے ہیں اور کیا کریں گے۔"

"مجھے بہت افسوس ہوا.... اگر تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو واپس آپ کی ملازمت دلواؤں گا۔"

"کیا واقعی۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

انسپکٹر جمشید ان کی طرف بغور دیکھ رہے تھے.... مسکرا کر بولے۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا.... اچھا ہاں.... اس فائل کے بارے میں بتاؤ۔"

"جی.... اس کے بارے میں کیا بتائیں۔"

"اس میں کیا تھا۔"

"ملک کے کچھ راز.... دوسرے ملک سے تجارتی معاملات تھے اس میں۔"

"ہوں! اور وہ تم نے نہیں چرائی تھی۔"

"جی نہیں۔"

"تو پھر کس نے چرائی تھی۔"

"جی.... یہ بات بھلا ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے.... ہم اس کیس پر کام کر رہے ہیں.... اگر تم دونوں بے گناہ ثابت ہوئے تو تمہیں ملازمت ضرور ملے گی۔"

انھوں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔" دونوں خوش ہو کر بولے۔

وہ وہاں سے باہر نکلے۔ کار میں بیٹھ کر انسپکٹر جمشید نے اکرام کے نمبر گھمائے۔

"اکرام .... نام پتا نوٹ کرو .... تمھیں ان دونوں کی نگرانی کرنی ہے .... اور ہاں نگرانی اپنے ماتحتوں سے نہیں کراؤ گے۔"

"او کے سر۔" اس نے فوراً کہا۔

ریسیور رکھ کر وہ گھر کی طرف روانہ ہوئے:

"محمود، فاروق اور فرزانہ واپس آ چکے ہوں گے .... ان سے مل کر حالات معلوم کر لیں۔"

"ٹھیک ہے جمشید .... ویسے اس کیس میں مزا بہت آ رہا ہے۔"

"ابھی اور آئے گا۔"

"کیا تم کسی خاص نتیجے پر پہنچ چکے ہو۔"

"ایک آدھ خاص نتیجے پر تو پہنچ ہی گیا ہوں۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ یہ دونوں سفید جھوٹ بول رہے تھے .... فائل انھوں نے ہی چرائی تھی۔"

"اوہو .... یہ اندازہ کس طرح لگا لیا۔"

"میں ان کی آنکھیں پڑھتا رہا ہوں .... جھوٹ اور سچ کا اندازہ

لگاتا رہا ہوں۔"

"بہت خوب! اگر یہ دونوں جھوٹے نہیں تو پھر اکی اور ٹامی نے بھی فائل چرائی ہوگی ....!" خان رحمان بولے۔

"ہاں! لیکن یہ کام ان لوگوں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا .... بلکہ کسی نے ان سے کرایا ہے .... ان دونوں کو جس طرح ملازم رکھا گیا .... وہ بھی کافی پراسرار ہے .... میرا خیال ہے .... ہمیں ثوبان منیر سے ایک بار پھر ملنا پڑے گا .... بلکہ میں تو کہتا ہوں .... مل ہی لیتے ہیں .... گھر بعد میں چلیں گے۔"

"اور وہاں جو محمود، فاروق اور فرزانہ بور ہوں گے۔"

"انھیں بور ہونا نہیں آتا .... تم فکر نہ کرو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اور وہ ایک بار پھر محکمہ داخلہ میں داخل ہوئے، ڈائریکٹر ثوبان منیر نے انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"خیر تو ہے .... کیا کوئی بات رہ گئی ہے۔"

"جی ہاں! ہم ابھی ابھی ملک گوگیر اور شاہ گل سے مل کر آ رہے ہیں .... انھیں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ہے .... دونوں جب یہاں ملازمت کی غرض سے آئے تھے .... تو وہ سزا کاٹ کر آئے تھے۔"

"کیا کہا .... سزا کاٹ کر۔"

"ہاں! ان کی عمر اس وقت اتنی زیادہ نہیں تھی ....لیکن پھر بھی .... ان دونوں کو سفارش کے بغیر کس طرح رکھ لیا گیا .... جب کہ ہمارے ملک میں سفارش اور رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"آپ .... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں بھی رشوت لیتا ہوں۔"

"میں نے یہ نہیں کہا۔"

"تب پھر ان دونوں کو ملازمت کا مل جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ میں رشوت نہیں لیتا۔"

"گویا اس وقت بھی آپ ہی یہاں ڈائریکٹر تھے۔"

"بالکل۔"

"اور انھیں آپ نے بغیر کسی رشوت کے ملازم رکھ لیا تھا۔"

"ہاں! اس لیے کہ میں رشوت ہرگز نہیں لیتا۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"تب پھر ہو سکتا ہے .... کسی نے ان کی سفارش کی ہو۔"

"نہیں .... جہاں تک مجھے یاد ہے .... سفارش بھی نہیں کی گئی تھی۔"

"بہت خوب .... تو کیا آپ سفارش بھی نہیں مانتے۔"

"بالکل نہیں ...."

"تب تو آپ بہت عظیم آدمی ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے انھیں گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ طنز کر رہے ہیں .... کیا آپ یہ خیال کر رہے ہیں کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔"

"میرے خیال کرنے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے .... آپ نے ان دنوں اور بھی ملازم رکھے ہوں گے .... مہربانی فرما کر ان کی فائل منگوائیے۔" انسپکٹر جمشید حد درجے خشک لہجے میں بولے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اس فائل کو چیک کرنا چاہوں گا۔"

"ضرور کیوں نہیں۔" انھوں نے گھنٹی بجائی .... چپڑاسی اندر داخل ہوا تو اسے فائل لانے کی ہدایات دیں۔

وہ جلد ہی فائل لیے اندر آ گیا .... انھوں نے فائل کا مطالعہ شروع کیا .... چند نام ایک کاغذ پر نوٹ کیے۔

"یہ میں نام پڑھ رہا ہوں .... سن لیجیے۔" یہ کہ کر انھوں نے کاغذ پر لکھے نام پڑھے، پھر بولے:

"یہ لوگ ابھی تک ملازمت میں ہیں نا۔"

"ہاں! بالکل ہیں۔"

"انھیں یہاں بلوائیے۔"

" آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں۔"

" تفتیش ..... اور کیا۔"

" تفتیش .... کس بات کی۔"

" جن لوگوں کو ملازمت دی گئی .... ان سے نہ کوئی رشوت قبول کی گئی نہ ان کے بارے میں کسی کی سفارش قبول کی گئی، اگر یہ بات درست ہے تو آپ مبارک باد کے مستحق ہیں اور اور اگر یہ بات درست نہیں ہے تو اور بات ہے۔"

" ضرور چیک کریں۔" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

خان رحمان اور پروفیسر صاحب آپ دونوں ذرا یہیں رہیں .... ثوبان نیّر صاحب .... یہ جو نام میں نے لیے، آپ ان میں سے کسی سے فون پر کوئی بات نہیں کریں گے۔

" اچھی بات نہیں .... نہیں کرو گے۔" انھوں نے حیرت کے عالم میں کہا۔

انسپکٹر جمشید اب اس حصے میں آئے جہاں ان کا عملہ بیٹھتا تھا .... وہ ایک نوجوان کی میز پر جا بیٹھے۔

" آپ کو کب یہاں ملازم رکھا گیا تھا۔"

" کیوں جناب! کیا بات ہے۔"

" آپ کے فائدے کی بات ہے .... کیا آپ چاہتے ہیں

کہ آپ کی ملازمت پکی ہو جائے۔"

" میں بھلا یہ کیوں نہ چاہوں گا۔"

" تو ٹھیک ہے .... ہو جائے گی .... اگر آپ نے سچ بولا۔"

" سچ بولا .... کیا مطلب۔"

" ملازمت کے سلسلے میں آپ نے کسی سے سفارش کرائی تھی۔"

" سفارش کے بغیر بھلا کوئی ملازمت ملتی ہے۔"

" اور رشوت۔"

" رشوت بھی دینا پڑی تھی۔"

" ن نہیں۔" انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے۔

" یہ سچ ہے جناب۔"

" کس نے لی تھی۔"

" اب میرا منہ نہ کھلوائیں .... میری ملازمت جاتی رہے گی۔"

" نہیں نہیں .... آپ بتائیں .... ایسا نہیں ہو گا .... میں ذمے دار ہوں۔"

" میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں .... اس لیے بتاتا ہوں، مجھ سے تیس ہزار رشوت لی گئی تھی۔"

" کیا کہا .... تیس ہزار .... اتنی رشوت۔" وہ حیران رہ گئے

" اس سے زیادہ بھی لی گئی تھی کچھ لوگوں سے .... میرے پاس تو اس سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتے تھے۔"

"ہوں .... آپ آرام سے بیٹھیں رہیں .... میں ابھی دوبارہ آتا ہوں۔"

اب وہ دوسرے ملازم کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"آپ کو جب ملازم رکھا گیا تھا تو آپ سے رشوت لی گئی تھی۔"

"جی ہاں بالکل لی گئی تھی۔"

"بہت خوب .... کتنی؟"

"جی پچیس ہزار روپیہ۔"

"شکریہ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

اب وہ پھر ثوبان نیر کے دفتر میں آئے۔

"جتنے ملازم رکھے گئے تھے .... ان سب سے رشوت لی گئی تھی جناب۔"

"غلط بالکل غلط۔"

"آپ کے ملازم بھی بیان دے رہے ہیں۔"

"ان کی یہ جرأت .... مجھ پر وہ رشوت کا الزام لگائیں۔"

ثوبان نیر مارے غصے کے سُرخ ہو گئے۔

"ہاں! ان کا کہنا ہے کہ پچیس ہزار سے کم کسی سے رشوت نہیں لی گئی۔"

"اُف توبہ .... اتنا بڑا جھوٹ۔"

"لیکن وہ تو اب ملازم ہو چکے ہیں .... اگر انھوں نے رشوت نہ دی ہوتی تو یہ بات کیوں کہتے .... اس صورت میں تو سب کے سب آپ کی تعریف کرتے .... کہ جناب ایک پیسہ بھی رشوت نہیں دی .... لیکن یہ لوگ ان پچیس ہزار کو آج تک نہیں بھولے .... اس لیے کہ .... نہ جانے ان بے چاروں نے کس کس طرح یہ رقم جمع کی ہو گی، لہٰذا وہ آپ کے خلاف اپنے اندر بے تحاشہ نفرت رکھتے ہیں۔"

"ہوں .... آپ اس بات کو عدالت میں ثابت کریں۔"

"وہ میں کر لوں گا .... لیکن دراصل میں یہاں آیا تھا ملک گوگیر اور شاہ گل کے سلسلے میں۔"

"ان کے بارے میں کیا ہے؟"

"میں یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں کہ جب آپ رشوت لیتے رہے ہیں .... رشوت لیے بغیر کسی کو بھی ملازم نہیں رکھا تو ان دونوں کو رشوت کے بغیر کیوں ملازم رکھا تھا .... میرے لیے یہ بات حیران کن ترین ہے۔"

"میں اس بارے میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں .... میں تو سب لوگ سے رشوت لینے سے انکاری ہوں پھر میں بھلا ملک گوگیر اور شاہ گل سے کیوں رشوت لیتا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ ان دونوں کو آپ نے کسی کی

سفارش پر ملازم رکھا ہو۔

"سفارش پر" وہ بولے۔

"ہاں سفارش پر.... اگر آپ صرف یہ بات یاد کر کے بتا دیں کہ ان دونوں کو کس کی سفارش پر ملازم رکھا تھا تو میرا کام آسان ہو جائے گا"

"ہو سکتا ہے.... ان دونوں کی کسی نے سفارش کی ہو، لیکن یہ بات مجھے یاد کرنا ہو گی"

"تو پھر کریں یاد" وہ بولے۔

"میں صرف ایک شرط پر یاد کر کے بتا سکتا ہوں.... بلکہ ہو سکتا ہے، میں نے کہیں اس شخص کا نام نوٹ کیا ہو"

"بہت خوب! اور وہ شرط کیا ہے"

"رشوت والا معاملہ نہ اٹھائیں"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ایک جرم میرے سامنے آیا ہے اور میں اس کو چھپائے رہوں"

"اس صورت میں میں آپ کو اس شخص کا نام نہیں بتاؤں گا۔

"وہ نام میں کسی اور ذریعے سے معلوم کر لوں گا"

"جیسے آپ کی مرضی.... آپ عدالت میں میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکیں گے.... اس لیے کہ یہ میرے ملازموں کے بیانات ہیں.... وہ بھی اتنے عرصے بعد.... انھوں نے

ملازمت ملنے کے فوراً بعد کیوں یہ کیس نہیں کیا"

"یہ تو اب بھی کیس نہیں کریں گے.... وہ تو میں ان سے کراؤں گا" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ چاہتے کیا ہیں"

"اس سفارشی کا نام"

"اچھی بات ہے.... آپ میرا ساتھ دیں یا نہ دیں.... میں اس سفارشی کا نام بتانے کے لیے تیار ہوں"

"اوہ تو آپ کو نام یاد کرنے کی ضرورت نہیں.... اس لیے کہ آپ کو پہلے ہی یاد ہے"

"ہاں" وہ بولے....

انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے....

"اس کا نام ہے...."

ثوبان نیّر کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔

"کیا ہوا.... آپ بتاتے بتاتے رُک کیوں گئے"

ثوبان نیّر نے اب بھی کوئی لفظ نہ کہا.... بس بے بسی کے عالم میں ان کی طرف دیکھتا رہا۔

"اوہو.... آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے" انھوں نے تلملا کر کہا، لیکن ثوبان نیّر ٹس سے مس نہ ہوا، اسی طرح بیٹھا رہا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" انھوں نے گھبرا کر کہا۔
اور پھر انھوں نے اس کے شانے کو ہاتھ لگایا تو
وہ دھم سے کرسی پر جا گرے۔

"ارے یہ .... یہ کیا؟" پروفیسر داؤد اور خان رحمان اُچھل پڑے۔

"افسوس! یہ مر چکا ہے۔"

"مر چکا ہے .... لیکن کیسے؟"

"شاید یہ قتل کی واردات ہے۔"

"ن نہیں۔" وہ چلائے۔

"ہم سے چوک ہو گئی .... اور بس چوک اس لیے ہوئی کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مجرم اس حد تک بھی جا سکتا ہے۔"

"ہماری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"آ جائے گا ....۔" اب انھوں نے اس کی نبض چیک کی .... دل کی دھڑکن دیکھی .... ہر چیز ختم تھی۔

"یہ واقعی مر چکا ہے ...."

یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور اُٹھایا اور دفتر کے نمبر ملائے۔
لیکن دفتر میں نہ اکرام تھا نہ محمد حسین آزاد .... آخر انھیں دوسرے انسپکٹرز کے عملے کو بلانا پڑا۔ ماہرین کو بھی فون

کیا ....

جلد ہی سارا عملہ پہنچ گیا .... ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد بتایا کہ اس کی موت زہر کے ذریعے ہوئی ہے .... اور زہر ایک سوئی کے ذریعے جسم میں داخل کیا گیا ہے .... گویا بلو پائپ کے ذریعے سوئی پھینکی گئی تھی .... اور اس کے سرے پر بہت خطرناک قسم کا زہر لگا ہوا تھا ....

"اس کا مطلب ہے .... قاتل یہیں موجود تھا .... وہ دروازے پر آیا اور بلو پائپ کے ذریعے سوئی پھینک کر چلا گیا۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"لیکن .... ڈاکٹر صاحب .... سوئی لگی کہاں ہے؟"

"جی کمر پر۔"

"کیا!!!"

انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

تفریحی مقام

"وزیر خارجہ کا فون تھا.... انھوں نے فوراً بلایا ہے.... امی جان، ہم جا رہے ہیں.... آپ فون پر ابا جان سے رابطہ قائم کر کے یہ پیغام دے دیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں۔ فوراً وزیر خارجہ کے پاس پہنچ جائیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"ویسے تو ہم بھی انھیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ اسی وقت وزیر خارجہ کے ہاں پہنچے.... دروازے پر ہی ان کے سیکرٹری سے ملاقات ہوئی.... وہ ان کی کار کی طرف بڑھے اور پھر چونک کر بولے۔

"یہ کیا.... انسپکٹر جمشید کیوں نہیں آئے۔"

"وہ جلد پہنچیں گے.... فون ہم نے سنا تھا.... وہ گھر سے کہیں باہر موجود ہیں.... پیغام ملتے ہی آ جائیں گے۔"

"اچھا خیر.... لیکن آپ لوگ کیا کر لیں گے.... معاملہ آپ کے بس کا نہیں ہے۔"

"اگر آپ کوئی حرج نہیں سمجھتے تو ہمیں صرف بتا دیں.... معاملہ ہے کیا۔"

"آئیے۔" اس نے کہا۔

وہ انھیں اندر کمرے میں لے گیا.... وہاں وزیر خارجہ مسہری پر لیٹے تھے.... ان کے چہرے پر حد درجے رنج اور غم طاری تھا....

"یہ کیا.... انسپکٹر جمشید نہیں آئے۔"

"وہ بھی جلد پہنچیں گے.... جس وقت آپ کا فون ملا، وہ گھر میں نہیں تھے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ گھر سے باہر کہاں ہیں۔"

"ہوں اچھا.... خیر.... سب کچھ تباہ ہو گیا.... برباد ہو گیا۔"

"سیکرٹری صاحب.... الماری کھول کر دکھا دیں۔"

سیکرٹری نے ان کے سرہانے کی طرف دیوار میں نصب الماری کھول دی۔ الماری اندر سے خالی تھی۔

"یہ کیا سر۔"

"تمام فائلیں.... میرے محکمہ کی تمام تر فائلیں.... جو خاص

راز کی ہی فائلیں تھیں.... اور راز کی ہونے کی بنا پر میں
ان کو گھر رکھنا زیادہ پسند کرتا تھا.... وہ سب کی سب
غائب ہیں۔"

"اُف.... لیکن یہ کیسے ہوا؟"

"مجھے کچھ معلوم نہیں...." وہ بولے۔

"اتنی بہت سی فائلیں ایک ساتھ غائب ہو جائیں.... یہ تو بہت
زیادہ عجیب بات ہے جناب۔"

"ہاں.... اسی لیے تو میں حیرت زدہ ہوں...."

"کیا کبھی الماری کھلی ملی تھی...؟"

"نہیں.... الماری کبھی نہیں ملی.... نہ کبھی دروازے کھلے ملے...."

"تب پھر فائلیں کہاں اور کیسے غائب ہوگئیں؟"

"یہ سراغ آپ لوگوں کو لگانا ہے۔"

"ہم تو خیر سراغ لگا ہی لیں گے سر۔" محمود نے منہ بنایا۔

یہ کہہ کر محمود نے دفتر فون کیا.... ماہرین کو آنے کی
ہدایت کی.... پھر ادھر ادھر فون کیے۔ اپنے گھر بھی ایک
فون کیا.... لیکن انسپکٹر جمشید ابھی تک نہیں لوٹے تھے، نہ
ان سے رابطہ ہو سکا تھا۔

ماہرین نے آکر اپنا کام شروع کر دیا.... پھر انھوں
نے پوری کوٹھی کا چکر لگایا.... تمام دروازوں کو غور سے

دیکھا.... کہیں بھی چوری کے آثار نظر نہیں آسکے.... اب ان
کا خیال گھر کے افراد کی طرف گیا.... انھوں نے سیکرٹری صاحب
کی طرف دیکھا۔

"گھر میں کتنے افراد ہیں؟"

"سر کے تین بچے ہیں.... دو لڑکیاں، ایک لڑکا۔"

"اور بیگم ہیں؟"

"ہاں! وہ بھی ہیں۔"

"ہم ان سے پھر چند ایک سوال کرنا چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے.... آئیے۔"

وہ انھیں کوٹھی کے اندرونی حصے میں لے آیا....

"آپ نے ان دنوں صاحب میں کوئی تبدیلی تو محسوس نہیں
کی؟"

"تب.... تب.... تبدیلی؟"

"اس قدر لمبی تبدیلی کی بات میں نہیں کر رہا تھا۔" فاروق
نے گھبرا کر کہا

"ہم نے ان میں ایک عجیب و غریب تبدیلی محسوس تو کی
ہے۔" بیگم صاحب بولیں۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ.... اب وہ پہلے جیسے نہیں رہے۔"

"یہ بتائیں کہ تبدیلی کیا محسوس کی"
"ان کی عادات بہت بدل گئی ہیں .... پہلے صبح سویرے اُٹھ کر مسجد میں جاتے تھے .... نماز پڑھ کر واپس آتے تھے... قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے .... سب بچوں سے گھل مل کر باتیں کرتے تھے .... ناشتے کے وقت تک خوب چہکتے رہتے تھے"
"اوہ اب .... اب یہ کیا کرتے ہیں"
"نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں.... نہ دوسرے کاموں میں کوئی دلچسپی لیتے ہیں .... بس اپنے آپ میں گم رہتے ہیں" بیگم صاحبہ نے بتایا۔
"ہوں! خیر.... ہم گم شدہ فائلوں کو بہت جلد تلاش کریں گے .... آپ فکر نہ کریں"
"لیکن جناب! اس وقت تک تو ان کی مائیکرو فلمیں تیار کرا لی جائیں گی .... اور وہ خود ان کے لیے بے کار ہوں گی .... لہٰذا وہ رکھ کر کیا کریں گے۔ ہو سکتا ہے .... وہ خود ہی لوٹا دیں" سیکرٹری نے کہا۔
"تب پھر آپ ہی بتائیں .... ہم کیا کر سکتے ہیں .... ہمارے پاس الہ دین کا چراغ تو ہے نہیں کہ رگڑا اور حکم دے دیا... جاؤ میاں گم شدہ فائلیں لے آؤ اور ساتھ ہی چور کو بھی

پکڑتے لانا"
"آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں" اس نے منہ بنایا۔
"خیر.... ہم اب اپنا کام شروع کرتے ہیں .... اس کوٹھی کے نیچے کوئی تہ خانہ تو نہیں ہے"
"تہ .... تہ خانہ" وہ ہکلایا۔
"نہیں .... صرف تہ خانہ" فاروق بولا۔
"اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں" اس نے کہا۔
"آپ لوگوں کو کچھ معلوم ہے"
"نہیں .... اس کوٹھی کے نیچے کوئی تہ خانہ نہیں ہے .... یہ بات کیوں پوچھی آپ نے"
"آپ لوگوں نے تو بتایا ہے کہ کسی روز بھی دروازے اور الماری کھلے نہیں ملے .... پھر فائلیں کہاں گئیں .... کیسے گئیں... کوئی چور آئے گا تو دروازہ کس طرح کھول کر اندر آئے گا .... یا پھر چھت کے راستے آئے گا.... اس امکان کا جائزہ بھی ہم لے لیتے ہیں کہ چور چھت کے راستے تو نہیں آیا تھا .... لیکن باہر جاتے وقت وہ اتنا تکلف نہیں کرتا.... دروازہ کھول کر نکل جاتا ہے اور گھر والوں کو صبح دروازہ کھلا ملتا ہے"
"ہوں .... بات تو آپ کی ٹھیک ہے"
"لہٰذا ہو سکتا ہے .... اس کوٹھی کے نیچے کوئی تہ خانہ ہو،"

اور چور فائلیں اُٹھا کر تہ خانے میں لے گیا ہو۔"

"اس سے اسے کیا فائدہ۔ وہ خود تو اندر ہی رہا۔۔۔ اور یہ۔۔۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چور اس گھر کا ہی آدمی ہے؟"

"یہ ہو تو سکتا ہے۔" محمود نے کہا۔

"لیکن نہیں نہیں۔۔۔۔ اس گھر میں وزیر خارجہ کے علاوہ ان کی بیوی اور تین بچے ہیں۔۔۔۔ یا میں ہوتا ہوں۔۔۔۔ لیکن میں رات کو یہاں نہیں سوتا۔۔۔۔ دو ملازم ہیں۔۔۔۔ وہ کوٹھی کے پیچھے سرونٹ کوارٹر میں سوتے ہیں اور رات کو وہ اندر نہیں آ سکتے۔"

"ہوں۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ پہلے ہم چھت دیکھیں گے۔"

انھوں نے چھت کا جائزہ لیا۔۔۔۔ اس طرف سے کوئی اوپر نہیں آ سکتا تھا۔۔۔۔ دوسرے یہ کہ زینہ بھی اندر سے بند ہی رکھا جاتا تھا۔۔۔ اب انھوں نے سرونٹ کوارٹر کا رُخ کیا۔۔۔۔ دونوں ملازم وہاں موجود تھے۔۔۔۔ انھوں نے ان کی طرف بغور دیکھا۔۔۔۔ وہ سیدھے سادھے آدمی نظر آئے۔۔۔۔ فائلیں چرانے کا جرم کرنے کی قابلیت ان میں نظر ہی نہ آ سکی۔۔۔۔ پھر بھی انھوں نے ان سے اِدھر اُدھر کے کئی سوالات کر ڈالے اور وہ بے گناہ ہی محسوس ہوئے۔۔۔۔ لیکن ان کا ایک اصول تھا۔۔۔ کسی کو بھی شک سے بری نہ سمجھا

جائے۔۔۔۔ لہٰذا انھوں نے اپنی شک کی لسٹ پہ ان کے نام بھی درج کر لیے۔۔۔۔

اب وہ وزیر خارجہ صاحب کے پاس آئے:

"گھر والوں کا کہنا ہے کہ آپ میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ پہلے آپ نماز پڑھتے تھے، قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔۔۔۔ لیکن اب ایسا کوئی کام نہیں کرتے۔۔۔"

"ہاں! یہ بات ٹھیک ہے۔۔۔۔ اور میں خود اس تبدیلی پر حیران ہوں۔"

"آپ اس تبدیلی کی کوئی وضاحت کریں گے۔"

"افسوس! میں خود کچھ نہیں سمجھ سکتا۔"

"نماز کا وقت ہے۔۔۔۔ آئیے پہلے ہم نماز پڑھیں۔" محمود نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے نماز پڑھتے ہوئے بہت الجھن ہوتی ہے۔"

"مطلب یہ کہ اب آپ کا دل نہیں کرتا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"کچھ اور باتیں۔۔۔۔ کام۔۔۔۔ جو آپ پہلے کرتے تھے۔۔۔ لیکن اب کرنے کے لیے دل نہ کرتا ہو۔"

"ہاں بہت سی باتیں ہیں۔۔۔۔ دفتر کے کاموں میں اب وہ دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔۔۔۔ ہر وقت بیزاری کی حالت رہتی ہے۔"

"آپ نے کسی ڈاکٹر کو دکھایا؟"

"ہاں! ان کا کہنا ہے کہ میں ہرگز بیمار نہیں ہوں.... یہ صرف محسوسات کی بات ہے.... ویسے انھوں نے کسی ماہرِ نفسیات کے پاس جانے کا مشورہ دیا تھا۔"

"پھر آپ ماہر نفسیات کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں گیا تھا.... انھوں نے بتایا ہے کہ میں صرف ذہنی طور پر بیمار ہوں.... اور مجھے چھ ماہ تک علاج کرانا پڑے گا۔"

"تو کیا آپ نے علاج شروع کرا دیا ہے؟"

"ہاں! بالکل۔"

"شکریہ! اس ماہر نفسیات کا نام اور پتا بتا دیں؟"

"پروفیسر رشید ساجد.... ایم ۹۱۳ دلاور ٹاؤن۔"

"شکریہ.... آپ نے حال ہی میں کوئی سفر تو نہیں کیا؟"

"ہاں! میں ایک ہفتے کے لیے.... تفریحی مقام پر گیا تھا.... تین ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"شکریہ.... ہم بہت جلد آپ کی فائلوں کا سراغ لگا لیں گے۔ ارے ہاں.... یہ تو بتائیں.... اس کوٹھی کے نیچے کوئی تہ خانہ تو نہیں ہے؟"

"تہ خانہ.... نہیں تو؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

وہ ماہرین کی طرف مڑ گئے۔

"انگلیوں کے نشانات ملے....؟"

"جی ہاں.... صرف اور صرف وزیر خارجہ صاحب کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں۔"

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا.... اس کا مطلب ہے.... چور دستانے پہنے ہوئے تھا....؟"

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"اب یا تو اس کے لیے کسی نے اندر سے دروازہ کھولا تھا، یا پھر چور اندر کا کوئی فرد خود ہے۔"

"دونوں ہی باتیں عجیب ہیں....؟" فرزانہ بڑبڑائی....

"میرا خیال ہے.... ابا جان کو یہاں بلانا ہی پڑے گا.... معاملہ بہت الجھا ہوا ہے۔"

انھوں نے گھر فون کیا.... لیکن انسپکٹر جمشید ابھی تک نہیں آئے تھے.... نہ انھوں نے فون کیا تھا.... آخر وہ وہاں سے ماہر نفسیات رشید ساجد کی طرف روانہ ہوئے....

رشید ساجد کا دفتر دوسرے ڈاکٹروں سے مختلف تھا.... وہاں تمام چیزیں عجیب و غریب سی تھیں.... جیسے کوئی جادوگر اپنے پاس عجیب عجیب چیزیں رکھتا ہے۔

"آپ ان دنوں وزیر خارجہ صاحب کا علاج کر رہے ہیں؟"

"ہاں! کر تو رہا ہوں۔"

"انھیں کیا بیماری ہے....؟"

"دماغی بیماری.... مالیخولیا قسم کی بیماری ہے۔"

"آپ کے خیال میں کیا وہ ٹھیک ہو جائیں گے؟"

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"آپ ان کا علاج کتنے عرصے سے کر رہے ہیں؟"

"شاید چار ماہ سے۔"

"چار ماہ سے....؟" فرزانہ بولی۔

"ہاں! نفسیاتی علاج میں بہت دیر لگتی ہے۔"

"کیا اس حالت میں وہ ملک کو نقصان پہنچا سکتے ہیں؟"

"جی.... کیا مطلب؟" پرویز نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ ان کی دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے اور وہ ملک کے وزیر خارجہ ہیں.... تو کیا وہ ملک کو کوئی نقصان پہنچانے کے قابل ہیں؟"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا.... دماغی امراض بہت زیادہ پیچیدہ ہوتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے.... شکریہ۔"

اور پھر وہ وہاں سے باہر نکل آئے.... فرزانہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

"کیا ہوا.... خیر تو ہے؟"

"معاملے کی گہرائی زیادہ ہوتی جا رہی ہے.... ہم نے اس سے ملتی جلتی تبدیلی آئی جی صاحب اور انکل اکرام میں بھی محسوس کی ہے....؟"

"ہاں! یہ تو ہے.... لیکن ان کے دفتر سے یا گھر سے فائلیں غائب نہیں ہیں۔"

"ہم نے یہ بات ابھی چیک نہیں کی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہو سکتا ہے.... ابھی انھوں نے اپنی الماریوں کو دیکھا ہی نہ ہو.... جس دن الماری کھولنے کی ضرورت پیش آئے گی.... اسی دن معلوم ہو گا نا۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو.... آج ہی کھول کر دیکھ لی جائیں؟"

"ہاں!" اس نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے.... ارے ہاں ایک اور عجیب بات۔" فاروق زور سے اچھلا.... اس کی آنکھوں میں بلا کی حیرت تیر گئی۔

"کون سی بات نے تمھیں اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا؟" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"وزیر خارجہ ایک ہفتے کے لیے کسی تفریحی مقام پر گئے تھے.... وہاں سے واپسی کے بعد ان میں تبدیلی محسوس کی گئی.... اور...." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اور کیا ؟"

"اور ہمارے آئی جی صاحب اور انکل اکرام بھی ایک ہفتے کے لیے کسی تفریحی مقام پر گئے ہوئے ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اس وقت وائر لیس پر اشارہ موصول ہوا۔

برقرار رکھیں

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے.....

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" آخر انسپکٹر جمشید نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"واقعی یہ کیسے ہو سکتا ہے.... سوئی کمر میں کس طرح لگ سکتی ہے.... جب کہ کمر کی طرف دیوار ہے اور اس طرف کوئی آیا نہ گیا.... اب سوئی مڑ کر کمر کی طرف تو جا نہیں سکتی تھی۔"

"حیرت ہے... کمال ہے.... اس بات کا کیا جواب ہو سکتا ہے جمشید۔"

"میں سوچ رہا ہوں.... اگر سوئی پھینکنے والا دروازے پر وجود تھا تو سوئی سامنے کی طرف لگ سکتی تھی.... کمر پہ ہیں.... اور کمر پہ لگنے کے لیے آدمی کو دیوار کی طرف ہونا

چاہیئے .... لہٰذا اب صرف اور صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی نے ہاتھ بڑھا کر سوئی ان کی کمر پر چبھو دی ہو۔"

"لیکن ان کے آس پاس تو صرف اور صرف ہم تھے جمشید۔" پروفیسر بولے۔

"ہاں بات یہی ہے نا .... کہ آس پاس صرف ہم تھے ... سامنے سے کسی نے سوئی پھینکی نہیں .... لہٰذا نتیجہ صرف اور صرف ایک نکلتا ہے۔"

"اور وہ کیا ..... یہ کہ سوئی اس نے خود اپنی کمر میں چبھوئی ہے۔"

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"لل .... لیکن .... اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی ...."

"یہ تو ہمیں معلوم کرنا پڑے گا .... کہ اسے خود کشی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"گویا ہم ابھی تک گوگا اور شوگا کے قتل کا سراغ نہیں لگا سکے .... بلکہ ابھی تو ہم قتل کی وجہ بھی نہیں جان سکے۔"

"بھئی لگ جائے گا سراغ .... ان کے قتل سے کہیں زیادہ

پُراسرار یہ معاملہ ہے .... ثوبان نیّر کا قتل بھی تو آخر اس سلسلے کی ایک کڑی ہے .... اپنی جان دینا اتنا آسان کام نہیں .... جس آسانی سے ثوبان نیّر نے یہ کام کیا ہے، اور میں اسی بات پر غور کر رہا ہوں .... آخر وہ کون سی طاقت ہے .... جس نے اسے اس قدر خوفناک کام پر آمادہ کر ڈالا .... وہ بھی دور رہ کر .... اور ذرا غور کرو .... یہ معاملہ کہاں سے شروع ہوا تھا .... اس کے ملنے سے .... اور ہم نے آئی جی صاحب اور اکرام میں حیرت انگیز قسم کی تبدیلی محسوس کی تھی۔ قتل اس کیس میں ضرور ہوئے ہیں لیکن جو بات اس نے خط میں کہی تھی .... وہ نہ ہو سکی، یعنی ہمارا کوئی دوست یا رشتہ دار قتل نہیں ہوا .... اور اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں .... کہیں ان الفاظ سے اس کا مطلب کچھ اور تو نہیں تھا۔"

"کچھ اور مطلب ....؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! کچھ اور مطلب .... آئی جی صاحب .... میں ہم حیرت انگیز تبدیلی محسوس کر چکے ہیں .... ایسی ہی تبدیلی اکرام میں پائی گئی ہے .... آخر کیوں ...."

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"ان کی تبدیلی کا سراغ لگا کر ہی ہم اس سلسلے کیس

کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں ...."

"تمھارا مطلب ہے جمشید .... ثوبان نیّر کا معاملہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے"

"ابھی میں نے یہ بات نہیں کہی .... لیکن شاید میں یہی کہنا چاہتا ہوں .... آؤ ذرا اب محمود، فاروق اور فرزانہ کی خبر لے لیں"

اب انھوں نے گھر فون کیا .... وہاں سے وزیر خارجہ کے گھر واردات کی خبر ملی .... وہ فوراً وہاں پہنچے۔ حالات معلوم کیے .... محمود فاروق اور فرزانہ کی کارروائی معلوم کی .... پھر انسپکٹر جمشید نے وائرلیس کے ذریعہ ان سے رابطہ کیا۔

"کہاں ہو بھئی تم لوگ"

"جی ہم اس وقت پروفیسر رشید ساجد کے دفتر کے باہر موجود ہیں"

"پروفیسر رشید ساجد .... یہ کون ہیں"

"ہمارا آپ سے فوری طور پر ملنا بہت ضروری ہے ابا جان"

"اچھا تو گھر پہنچ جاؤ .... ہم بھی وہیں آ رہے ہیں"

"جی بہتر"

اب انھوں نے گھر کا رُخ کیا .... جلد ہی وہ آمنے

سامنے بیٹھے تھے ....

انھوں نے تفصیلات سنا ڈالیں .... پھر انسپکٹر جمشید نے اپنی طرف کی تفصیل انھیں بتا دی۔

"ایک منٹ ...." یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے وزیر خارجہ کے نمبر ملائے .... سلسلہ ملنے پر بولے۔

"سر .... اس تفریحی مقام کا نام کیا ہے .... جہاں آپ نے ایک ہفتہ گزارا تھا"

"مناکا جھیل"

"شکریہ .... کیا وہاں کوئی خاص واقعہ پیش آیا تھا"

"خاص واقعہ .... نہیں تو"

"اچھی بات ہے ...." انھوں نے سلسلہ کاٹ دیا اور آئی جی صاحب کے نمبر ملائے۔

"سر .... آپ نے ایک ہفتہ کون سے تفریحی مقام پر گزارا تھا"

"مناکا جھیل پر"

"اوہ" وہ بولے .... ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"وزیر خارجہ صاحب نے بھی ایک ہفتہ مناکا جھیل پر گزارا تھا .... اور آئی جی صاحب نے بھی"

"گویا انکل اکرام نے بھی"

انسپکٹر جمشید نے اکرام کے نمبر ملائے .... سلسلہ ملنے پر انھوں نے کہا۔

"اکرام .... تم ذرا گھر آ جاؤ"

"جی اچھا" — اس نے کہا۔

"بے چینی بڑھتی جا رہی ہے" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"کوشش کریں گے کہ جلد یہ چیز ختم ہو جائے" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس کا صرف اور صرف ایک طریقہ ہے ابا جان" فاروق بول پڑا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ہم بھی ایک ہفتے کے لیے مناکا جھیل ہو آتے ہیں"

"چپ" انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"ویسے جمشید تجویز بری نہیں" خان رحمان مسکرائے۔

"بعد میں غور کریں گے .... پہلے اس کیس سے تو نبٹ لیں"

"تو ابا جان .... اس کیس کے سلسلے میں ہی تو ہم جانا چاہتے ہیں"

"ضرورت پڑی تبھی تو .... بلا ضرورت تو جانے سے رہے"

اور پھر اکرام وہاں پہنچ گیا ...

"کیا حال ہے اکرام"

"جی .... ٹھیک ہوں" اس نے کہا

"تم آئی جی صاحب کے ساتھ ایک ہفتے کے لیے تفریحی مقام پر گئے تھے"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے"

"کون مقام مقام پر"

"مناکا جھیل پر"

"وہاں کوئی عجیب واقعہ پیش آیا؟"

"عجیب واقعہ .... نہیں"

"اچھا .... وہاں کسی آدمی سے ملاقات ہوئی تھی .... کسی عجیب آدمی سے"

"نہیں .... تو" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"بھئی ذرا سوچ کر جواب دو .... غور کرکے .... اچھا بھلا تم کس ہوٹل میں ٹھہرے تھے"

"ہوٹل ٹارٹا میں ...."

"وہاں تم لوگوں کے دائیں بائیں یا سامنے کوئی آدمی جس سے زیادہ ملاقات رہی ہو"

"ہاں! ایک صاحب سے ملاقات رہی تو ہے.... اب یاد آ رہا ہے۔"

"شکریہ! اس کا نام؟"

"اس کا نام.... اس کا نام.... مجھے یاد کرنا پڑے گا سر۔" اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"اگر یاد نہیں آ رہا تو کوئی بات نہیں.... تم صرف یہ بتا دو.... تمھارا کمرہ نمبر کون سا تھا۔"

"میں کمرہ نمبر ۱۰۹ میں تھا اور آئی جی صاحب ۱۱۰ میں، اور وہ سامنے والے کمرے میں یعنی ۱۱۱ میں...."

"بہت خوب! جب نام یاد آ جائے.... اس وقت بتا دینا.... ٹھیک ہے۔"

"ج.... جی ہاں! ٹھیک ہے۔"

"اور اکرام.... میں تمھیں تین ماہ کی چھٹی دیتا ہوں۔ تم تین ماہ تک آرام کرو۔"

"جی.... کیا فرمایا.... تین ماہ کی چھٹی....؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں بھئی.... تین ماہ کی۔"

"لیکن کیوں سر؟"

"اس لیے کہ ایک مدت ہو گئی.... تم مسلسل کام کر رہے

ہو.... تم نے کبھی چھٹی نہیں لی۔"

"تو کیا ہوا سر...."

"نہیں بھئی.... یہ چھٹیاں تو تمھیں لینا ہی پڑیں گی۔"

"آپ کی مرضی۔"

"اور ہاں اکرام.... ہم اس وقت تمھارے گھر چل رہے ہیں، اور تمھیں ساتھ لے کر دفتر بھی جائیں گے...."

"وہ کیوں سر؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اس لیے کہ تین ماہ بعد تم آ گے.... تو دفتر کی فائلیں تو میرے حوالے کر کے جاؤ گے نا۔"

"اوہ ہاں...."

"لہٰذا گھر میں جو فائلیں تم لے کر گئے ہوئے ہو.... وہ بھی میرے حوالے کر دو گے۔"

"جی بہتر۔"

وہ اسی وقت اس کے ساتھ اس کے گھر پہنچے.... اکرام نے فائلوں والی الماری کھولی اور دھک سے رہ گیا۔

الماری خالی پڑی تھی۔

○

"یہ.... یہ کیا سر؟"

"یہ تم بتاؤ گے اکرام۔"

"میں نہیں جانتا... فائلیں کس نے چرائیں۔"

"خیر... آؤ پہلے دفتر کی خبر لے لیں۔" انھوں نے الجھن میں کہا۔

اب سب لوگ دفتر پہنچے... دفتر والی الماری بھی خالی پڑی تھی... اکرام کا رنگ اڑ گیا۔

"یقین مانیے... میں نہیں جانتا... فائلیں کس نے چرائی ہیں اور کب۔"

"مجھے یقین ہے اکرام... تم فکر نہ کرو۔"

اب وہ آئی جی صاحب کے دفتر پہنچے۔

"سر... ذرا آپ اپنی الماری کو چیک کر لیں... اس میں تمام فائلیں ہیں یا نہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ اچھل پڑے۔

"پہلے دیکھ لیں۔"

انھوں نے الماری کا تالا کھولا... فائلیں غائب تھیں، ان کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو گیا۔

"اب کیا خیال ہے۔"

"میں نہیں جانتا... یہ کس کا کام ہے۔"

"سر... آپ تین ماہ کی چھٹی لے لیں اور گھر پر آرام کریں،

آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

"یہ... یہ تم کیا کر رہے ہو جمشید۔"

"اکرام کی الماری بھی خالی ہے سر... اور گھر والی الماری بھی خالی ملی ہے... آپ کے گھر میں جو فائلیں تھیں، وہ بھی غائب ہوں گی... لہذا یہ بہت لمبا چکر ہے... اور جب تک ہم اس چکر کی تہ میں پہنچ نہیں جاتے، آپ اس وقت تک آرام کریں۔"

"ہوں! میں سمجھ رہا ہوں... تم کیا کہنا چاہتے ہو... لیکن جمشید... نہ تو یہ کام میرا ہے اور نہ اکرام کا۔"

"میں نے یہ نہیں کہا سر... خیر میں بتاتا ہوں، آپ ایک ہفتے کے لیے اکرام کو ساتھ لے کر مناکا جھیل گئے تھے... وہاں ہوٹل ٹارٹا میں ٹھہرے تھے... وزیر خارجہ بھی ایک ہفتے کی سیر کے لیے مناکا جھیل گئے تھے... وہ بھی ضرور ہوٹل ٹارٹا میں ٹھہرے ہوں گے... ٹھہریے پہلے اس بات کی بھی تصدیق کر لی جائے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے وزیر خارجہ کے نمبر ڈائل کیے... فون پر ان سے بات کی اور ریسیور رکھ دیا۔

"اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی ہے... اب سنیے، ان کے گھر کی فائلوں کی پوری الماری خالی پڑی ہے۔"

"نن نہیں۔"

"اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ یہ کوئی بہت لمبا چکر ہے۔"

"اللہ اپنا رحم کرے.... پھر تو میں ضرور چھٹی لے لیتا ہوں۔"

"شکریہ...." وہ بولے۔

اب وہ باہر نکل آئے۔

"ہمیں.... مناکا جھیل جانا ہو گا.... ہوٹل ٹارٹا میں جا کر ٹھہرنا ہو گا اور وہ بھی کمرہ نمبر ۱۱۱ کے آس پاس۔"

اسی روز وہ ہوائی جہاز کے ذریعے مناکا جھیل پہنچ گئے.... ہوٹل ٹارٹا میں انھیں کمرہ نمبر ۱۰۹، ۱۱۰ اور ۱۱۲ مل گئے.... لیکن ہوٹل کی انتظامیہ نے کمرہ نمبر ۱۱۱ دینے سے صاف انکار کر دیا۔

"کیوں جناب! کمرہ نمبر ۱۱۱ میں کیا خاص بات ہے۔"

"بات خاص اور عام کی نہیں.... وہ کمرہ ایک صاحب نے مستقل طور پہ لے رکھا ہے.... ان دنوں اگرچہ وہ یہاں نہیں ہیں.... لیکن ان کا کیا پتا.... کسی وقت بھی آ سکتے ہیں۔"

"ہوں اچھا.... ان کا نام۔"

"وہ خود کو جارج گیری کہتے ہیں۔ سارے سال کا کرایہ پہلے ہی دے دیتے ہیں۔"

"وہ آتے کہاں سے ہیں؟"

"دارالحکومت سے۔"

"ان کا دارالحکومت کا پتا؟" وہ بولے۔

"کیوں! یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"ہم بھی ان سے ملنا چاہتے ہیں، بہت نام سنا ہے ان کا۔"

"ہاں صاحب.... کمال کے آدمی ہیں.... لوگوں کا علاج بہت ہی ماہرانہ انداز میں کرتے ہیں۔"

"تو وہ ڈاکٹر ہیں۔"

"عام ڈاکٹر نہیں.... وہ صرف دعاؤں کے ذریعے علاج کرتے کرتے ہیں۔"

"اوہ اچھا جھاڑ پھونک کرتے ہیں۔"

"آپ جھاڑ پھونک کر لیں.... لیکن وہ تو صرف دعا مانگتے ہیں۔"

"ہوں اچھا.... اگر ان کا پتا مل جائے تو بہت مہربانی ہو گی۔"

"افسوس! ہمارے پاس ان کا دارالحکومت کا پتا نہیں ہے۔"

"خیر.... ان کا حلیہ تو بتا ہی سکتے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں.... وہ دبلے پتلے۔ لمبے قد کے آدمی ہیں.... سیاہ آنکھوں میں اس قدر چمک ہے کہ کیا بتاؤں.... کوئی آدمی

ان سے نظر ملا کر بات نہیں کر سکتا۔"

"ہوں .... وہ فیس کتنی لیتے ہیں؟"

"ایک بار دیکھنے کے ایک ہزار روپے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا ساتھ نکلا۔

اب وہ اپنے کمروں میں آ گئے .... سامان ایک کمرے میں سیٹ کیا .... دوسرے کمرے میں خود جمع ہو گئے ....

"اب کیا خیال ہے جمشید؟"

"بس کچھ نہیں .... رات کو اس کمرے کا جائزہ لیں گے۔"

"بہت خوب! پھر تو مزا آ جائے گا۔" فاروق چہکا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" محمود نے اسے گھورا۔

"کیا کیسے کہہ سکتا ہوں؟"

"یہ کہ مزا آ جائے گا .... کیا خبر وہ نہ آ سکے؟"

"کک .... کون نہ آ سکے؟" پروفیسر داؤد بے خیالی میں مسکرائے۔

"مزا اور کون؟" فاروق بولا۔

"اوہ اچھا .... ہاں یار جمشید واقعی .... بہت دنوں سے یہ مزا صاحب نہیں آئے۔" انھوں نے کہا۔

"آپ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔" انھوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تو میں ان سے الگ تھا کب؟" وہ ہنسے۔

"اور میں بھی جمشید۔" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"ہاں ہاں! میں سمجھتا ہوں .... آپ سب میرے خلاف ایک ہو جاتے ہیں۔" انھوں نے جھلّا کر کہا اور سب مسکرانے لگے۔

رات کو بارہ بجے کے قریب .... جب سارا ہوٹل نیند میں گم تھا، انھوں نے ماسٹر کی سے جارج گیری کے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا .... اب انھوں نے اس کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیا .... کمرے کی ہر چیز سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے .... انھیں یہاں سے کچھ کاغذات بھی ملے .... ان کے مطالعے نے تو انھیں حیرت میں ڈال دیا .... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں آ کر اتنی بڑی کامیابی انھیں حاصل ہو جائے گی۔

اسی صبح وہ واپس دارالحکومت پہنچے .... انھوں نے چند اعلیٰ آفیسرز سے ملاقات کی .... انھیں کچھ خاص نوعیت کی باتیں بتائیں .... اور شام کے وقت ایک میٹنگ کا پروگرام ان کے ساتھ طے کیا .... میٹنگ میں سبھی متعلقہ لوگوں کو

بلانے کی ذمے داری انھیں سونپی ....
اسی شام ٹھیک چھ بجے سب لوگ ایک ہال میں جمع تھے .... آئی جی صاحب ، اکرام اور وزیر خارجہ بھی موجود تھے۔ ان سب کی نظریں انسپکٹر جمشید پر لگی تھیں .... وہ ٹکر ٹکر انھیں دیکھ رہے تھے .... جب کافی دیر گزر گئی تو آئی جی صاحب نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"جمشید .... آخر کیا بات ہے .... ہم سب کو یہاں کیوں جمع کیا گیا ہے۔"

"یہ بتانے کے لیے کہ ہمارے ساتھ کس قدر خوفناک کھیل کھیلا جا چکا ہے .... اور اگر ہم اس معاملے میں شریک نہ ہو جاتے تو یہ کھیل نہ جانے ابھی اور کس کس کے ساتھ کھیلا جاتا۔"

"کیا کھیل؟" وزیر خارجہ نے منہ بنایا۔

"اس کھیل کی تفصیلات بتانے کے لیے ہی تو آپ لوگوں کو یہاں زحمت دی گئی ہے۔"

"تو آخر .... کب بتاؤ گے .... ہم تو سب موجود ہیں، اور کئی آدمی تو یہاں ایسے بھی ہیں .... جن کا اس معاملے سے کوئی تعلق بھی نہیں ہو سکتا۔" آئی جی بولے۔

"تفصیلات میں بتانے والا ہوں سر .... آپ سنیں تو" انسپکٹر

جمشید مسکرائے۔

"جمشید .... تم ضرورت سے کچھ زیادہ پراسرار نہیں بن رہے۔"

"یہ آپ کا خیال ہے سر .... میرا نہیں۔"

"آخر اب انتظار کس بات کا ہے۔"

"کسی بات کا نہیں .... میں صرف سوچ رہا ہوں .... کہ یہ کہانی کہاں سے شروع کروں .... میں کوئی کہانی نگار تو ہوں نہیں جو فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ فلاں کہانی جو اسے لکھنی ہے .... اس کو شروع کہاں سے کرے ...."

"جہاں سے چاہو شروع کر دو۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں سسپنس برقرار رکھنے کا عادی ہوں .... آخری لمحات تک اگر سسپنس نہ رہے تو مجھے مزا نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے .... ضرور برقرار رکھو .... ہمیں کوئی غرض نہیں۔"

"دیکھیے .... آپ مجھے اجازت دے رہے ہیں ...." وہ مسکرائے۔

"ہاں ہاں .... سسپنس برقرار رکھنے کی اجازت دے رہا ہوں، کوئی جرم کرنے کی اجازت تو نہیں دے رہا۔" انھوں نے

بڑا سا منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے.... تو پھر شروع کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے:" انھوں نے پُراسرار انداز میں کہا۔

ن — نہیں

"مجھے ایک خط ملا تھا.... بہت پُراسرار خط.... پہلے میں آپ کو وہ خط سناتا ہوں:" یہ کہہ کر انھوں نے اپنے دشمن کا وہ خط پڑھ کر سنایا جس میں اس نے لکھا تھا کہ ان کے آس پاس قتل ہونے والا ہے اور انھیں خبر نہیں ہو سکے گی.... خط سنا کر وہ بولے:

"اس خط نے مجھے حیرت میں ڈال دیا.... سب سے زیادہ خطرہ مجھے پروفیسر داؤد اور خان رحمان کا تھا.... کہ کہیں یہ پُراسرار شخص انھیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے، لہٰذا میں نے فوراً انھیں اپنے پاس بلا لیا.... اور اس پورے کیس کے دوران میں نے انھیں اپنے ساتھ رکھا.... اس کے بعد میں نے اپنے اسسٹنٹ اکرام سے رابطہ قائم کیا،"

اکرام گھر آیا تو اس نے گھنٹی اور ہی انداز میں بجائی ....جب کہ اس کا گھنٹی بجانے کا ایک خاص انداز ہے .... یہ بات میرے لیے حیران کن ترین تھی .... اکرام اس بات کی کوئی وضاحت بھی نہ کر سکا .... بہرحال میں فکر مند ہو گیا کہ بات کوئی ضرور ہے ....

اسی قسم کی تبدیلی میں نے آئی جی صاحب میں بھی محسوس کی .... ان حالات میں سر جالب کے ہاں چوری کی واردات ہوئی .... مجھے محمود، فاروق اور فرزانہ کو ان کے ہاں بھیجنا پڑا .... خود مجھے عالم گراؤنڈ میں دو لاشیں ملنے کی وجہ سے وہاں جانا پڑا .... چور کا سراغ لگانے محمود، فاروق اور فرزانہ افضل کبوری صاحب تک پہنچے .... اور ہم قتل کا سراغ لگاتے ہوئے منا کا جھیل تک جا پہنچے۔"

یہ کہنے کے بعد انھوں نے پوری تفصیلات سنا ڈالیں.... جو کچھ انھوں نے کیا تھا اور جو محمود، فاروق اور فرزانہ نے کیا تھا۔ پھر وہ بولا:

"مجرم نے عالم گراؤنڈ میں دو لاشیں گرائی تھیں .... وہ چاہتا تھا، ہم ان لاشوں میں الجھ کر رہ جائیں .... اور جو اصل کام وہ کر رہا ہے .... اس کی طرف توجہ نہ دے سکیں .... مجرم دراصل ہمارے شہر میں ایک مدت سے کارنامے

سرانجام دینے میں مصروف ہے .... اس نے اپنا گینگ بھی عجیب انداز میں ترتیب دیا ہے .... پڑھے لکھے جرائم پیشہ لوگوں کو بالکل انوکھے انداز میں اپنے گروہ میں شامل کرتا رہا ہے ۔ مثلاً کوئی پڑھا لکھا آدمی کوئی جرم کر کے جیل چلا جاتا .... جب وہ جیل سے نکلتا تو اس غریب کو کوئی ملازمت دینے کے لیے تیار نہ ہوتا تو ایسے میں ہمارا مجرم اپنا کام دکھاتا .... اُسے خفیہ طور پر پیغام دیتا کہ فلاں محکمے میں انٹرویو دینے کے لیے جاؤ .... وہ جاتا تو اسے ملازمت مل جاتی .... اس کے بعد پھر وہ پُراسرار انداز میں اس سے رابطہ کرتا .... اور آخر وہ اس دفتر کی قیمتی فائلیں اس کے ذریعے سے چوری کراتا .... اور ساتھ میں اس چوری کی فلم بھی بنواتا .... پھر وہ ثبوت اسے دکھا کر ملازمت چھڑواتا اور اپنے گروہ میں اسے شامل کر لیتا .... اب وہ شخص دوبارہ جیل جانے کے خوف سے اس کا بے دام غلام بن جاتا .... اس طرح اس نے زیادہ تر آدمیوں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا .... گوگا .... شوگا .... اکی اور ٹامی ایسے ہی چار آدمیوں کے نام ہیں .... اس قسم کے لوگوں سے یہ چوریاں کراتا تھا .... تجوری کھولنے کے ایک ماہر کو بھی اس نے اسی طرح اپنا غلام بنا رکھا تھا .... لیکن دراصل اس کا اصل کام یہ چوریاں کرانا نہیں تھا ....چوریاں

تو وہ صرف اس لیے کرتا تھا کہ ان غلاموں کو بہرحال کچھ تنخواہ بھی تو دینا پڑتی تھی .... وہ بھوکے رہ کر تو اس کے لیے کام نہیں کر سکتے تھے .... لہذا چوریوں میں سے ان کے حصّہ ان کے حوالے کر دیتا اور باقی خود ہڑپ کر لیتا .... اس طرح اسے ان لوگوں کو تنخواہیں دینے کے لیے اپنی جیب میں ہاتھ نہیں ڈالنا پڑتا تھا۔"

لیکن اس کا اصل کام کیا تھا۔" آئی جی صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں سر! اب میں اس طرف آ رہا ہوں .... اس کا اصل کام تھا برین واشنگ۔"

"برین واشنگ۔" سب نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! برین واشنگ .... دماغوں کی کایا پلٹ کرنا۔"

"آخر کیسے .... اور کیوں ...." کئی آوازیں ابھریں۔

"آئی جی صاحب جیسے کی برین واشنگ اگر کر دی جائے .... تو یہ ملک کے وفادار ہرگز نہیں رہ جائیں گے .... ساتھ ہی ہپناٹزم کے ذریعے غدّارانہ خیالات دماغ میں بھر دیے جائیں، تو کیا ایسا شخص ملک کا وفادار رہ جائے گا .... نہیں ہرگز نہیں ...."

"اور یہ برین واشنگ وہ کس طرح کرتا رہا ہے۔"

"اس کے لیے اس نے بہت پُراسرار طریقہ اختیار کیا .... ایک ماہر نفسیات کی خدمات حاصل کیں .... اور حاصل کیا کیں .... جس ملک کے لیے وہ کام کر رہا ہے .... اس ملک نے اسے وہ ماہر نفسیات بھی مہیا کیا ہے .... میرا اشارہ پروفیسر رشید ساجد کی طرف ہے۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

○

"جی ہاں! پروفیسر رشید ساجد کا کام صرف اتنا تھا کہ اس کے پاس جو بڑے سرکاری آفیسر علاج کے لیے آئیں .... وہ ان کا دماغ الٹ دے .... برین واشنگ کر دیں .... چنانچہ پروفیسر رشید ساجد ایسے لوگوں کو مناکا جھیل جانے کا مشورہ دیتا اور وہ چھٹی لے کر وہاں چلے جاتے .... وہاں ایک ہی کام کا ہوٹل ہے .... اور اس ہوٹل کے مالک کو بھی مجرم نے اپنی مٹھی میں کیا ہوا ہے .... لہذا پہلے ہی اسے اشارہ مل جاتا ہے کہ فلاں صاحب آ رہے ہیں .... انھیں پروفیسر رشید ساجد کے کمرے کے آس پاس ہی کوئی کمرہ ملنا چاہیے۔"

"پروفیسر رشید ساجد کے آس پاس .... کیا مطلب؟" کئی

آوازیں ابھریں۔

"اوہ میں غلط کہہ گیا .... پروفیسر رشید ساجد نہیں .... وہاں .... یعنی اس ہوٹل میں یہ حضرت جارج گیری کے نام سے رہتے ہیں۔"

"جارج گیری ....!" کئی آوازیں ابھریں۔

ہاں! ہوٹل میں پہلے پہلے دس دن تک پروفیسر رشید ساجد کو برین واشنگ کا موقع مل جاتا .... ساتھ ہی وہ انھیں جلد دوبارہ آنے کی ہدایات بذریعہ ہپناٹزم دے دیتا .... اور اس طرح چند چکروں میں آدمی اپنے دماغ سے محب وطن جذبات سے ہاتھ دھو بیٹھتا .... پھر وہ خود بخود مشینی انداز میں ملک کو نقصان پہنچانے میں لگ جاتا .... دفتر کی فائلیں تک خود چرانے لگ جاتا .... اور ان فائلوں کو ادھر ادھر کہیں اور چھپانے لگ جاتا .... جہاں سے پروفیسر رشید ساجد یا باس کا کوئی آدمی حاصل کر لیتا اور اس طرح ہمارے ملک کے راز دشمن ملک تک آسانی سے پہنچ جاتے .... یہ ہے وہ اصل خوفناک کام جو مجرم ایک عرصے سے کر رہا ہے .... اس کی بدقسمتی کہ یہ مجھے چھیڑ بیٹھا .... اپنی شو مارنے کے لیے .... لیکن اگر یہ مجھے نہ چھیڑتا تو بھی اس کی طرف ضرور متوجہ ہوتا .... کیونکہ اکرام اور آئی جی صاحب

کی تبدیلی مجھ سے ہرگز چھپی نہ رہتی .... اس کی اصل غلطی دراصل یہ تھی کہ میرے نزدیکی آدمیوں کے دماغ بھی بدل ڈالے، اور اس بات کو اس نے قتل کہا تھا .... واقعی .... یہ بھی تو ایک انسان کے قتل کے برابر ہے .... کہ اس کا دماغ بالکل الٹ دیا جائے .... پہلے جو ایک شخص اپنے وطن کے لیے جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتا تھا .... اب اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے .... یہ بھی ایسے شخص کا گویا قتل ہی ہے .... یہ بھی بتاتا چلوں .... کہ آفیسر لوگ پروفیسر رشید ساجد تک کس طرح پہنچ جاتے تھے .... یہ حضرت جس کو اپنا غلام بنانا چاہتے یا اپنے ملک کی طرف سے جس کے قبضے سے فائلیں یا راز حاصل کرنا ہوتا .... اس کے پاس ملنے کے بہانے پہنچ جاتے .... اور اپنی بیماری کا ذکر کر کے پروفیسر رشید ساجد کی تعریف شروع کر دیتے۔ اس قدر تعریف کرتے کہ سننے والا بے تحاشہ رشید ساجد سے علاج کرانے کا خواہش مند بن جاتا .... کسی کو کوئی بیماری نہ ہوتی تو بھی وہ پرسکون نیند کے لیے چلا جاتا .... اور اس کے جال میں پھنس جاتا .... کیوں کہ وہ فوراً اس شکار کو آرام کا مشورہ دیتا اور تفریحی مقام منا کا جھیل کا مشورہ دیتا۔ منا کا جھیل کے ہوٹل میں وہ دو چار ماہ کی کوششوں سے برین واش

کرنے میں کامیاب ہو جاتا ۔ یہ تھا اس کا منصوبہ ....

اب میں اس خط کے الفاظ کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں .... اس کے الفاظ پھر سن لیں ....؟ یہ کہ کر انھوں نے خط بھی پڑھ کر سنایا ... اور پھر بولے ۔

" اس خط کے آخر میں ایک جملہ ہے .... ہے نا عجیب بات .... خط میں اس جملے کی کوئی ضرورت نہیں تھی .... لیکن خط لکھنے والا یہ جملہ لکھنے پر مجبور تھا .... گویا یہ جملہ اس کا تکیہ کلام ہے .... میں نے اس پورے کیس کے دوران اس بات کو ذہن میں رکھا .... جس جس آدمی سے ملاقات کرتا رہا .... ملاقات کے دوران اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ کوئی کر جائے گا .... ہے نا عجیب بات .... لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

اور آخر میں تفتیش منا کا جھیل تک لے گئی .... وہاں ہوٹل ثارٹا میں ہم پروفیسر رشید ساجد کے کمرے کے سامنے ٹھہرے .... پروفیسر رشید ساجد وہاں جارج گیری کے نام سے رہتا تھا .... اور کمرہ مستقل طور پر اس کے نام رہتا ہے ....

رات کے وقت ہم نے اس کمرے کا جائزہ لیا ....

وہاں سے ہمیں کئی کام کی چیزیں مل گئیں ہیں .... اور ہم ان کام کی چیزوں کے ذریعے یہ جان گئے کہ اصل مجرم کون ہے ۔"

" اور وہ کام کی چیزیں کیا ہیں ؟" کئی آوازیں ابھریں۔

" ان کام کی چیزوں میں چند خط تھے .... جو مجرم نے پروفیسر رشید ساجد کو لکھے تھے .... شاید مجرم فون پر بات کرنے کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا .... لیکن اس نے خط لکھ کر زبردست غلطی کی .... ایک دو خطوط میں وہ یہ جملہ لکھ گیا ، ہے نا عجیب بات ۔"

" اوہ !" کئی آوازیں ابھریں ۔

" وہ خطوط اگرچہ گول مول تھے .... اور عام آدمی ان خطوط کو پڑھ کر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا .... لیکن مجھے تو چونکہ پہلے ہی مجرم کا ایک خط مل چکا تھا .... اور ان خطوط کی تحریر بالکل اسی خط جیسی تھی .... اس لیے یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ پروفیسر رشید ساجد بھی دراصل ہمارے اسی مجرم کے لیے کام کر رہا ہے ۔"

" ہوں !" پروفیسر داؤد نے کہا۔

" سوال یہ ہے کہ مجرم کون ہے ۔" وزیر خارجہ نے بے چین ہو کر کہا۔

" آپ کا دماغ بھی تبدیل کیا گیا .... آپ نے اپنے دفتر کی فائلیں خود غائب کر دیں .... گھر کی فائلیں بھی غائب کر دیں .... کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں ؟"

"نہیں .... مجھے نہیں یاد .... کہ فائلیں کہاں ہیں۔"

"اس کا صرف ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ نے فائلیں مجرم کی ہدایت کے مطابق کسی جگہ پہنچائی ہیں .... اور وہاں سے مجرم ان کو حاصل کر لیتا ہے .... خیر آپ فکر نہ کریں .... اب ہم مجرم سے وہ واپس حاصل کریں گے۔"

"سوال یہ ہے کہ مجرم ہے کون۔" وزیر داخلہ بولے۔

"آپ سب یہ جاننے کے لیے بے چین ہیں ...۔" وہ مسکرائے

"بالکل .... بے چین ہونا چاہیے۔" کئی آوازیں ابھریں۔

"سب سے پہلے میرا شک خود آئی جی صاحب پر گیا ...۔"

"ارے باپ رے۔" آئی جی صاحب گھبرائے۔

"پھر اکرام پر گیا۔"

"جج .... یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"میں ٹھیک کر رہا ہوں .... لیکن آپ لوگ مجرم نہیں ہو سکتے .... اس لیے کہ مجرم کی تحریر ہمارے پاس ہے .... اور اب وہ بچ نہیں سکے گا۔"

"اور کس پر شک گیا تھا؟"

"اب میں شک کی بات نہیں کروں گا .... بلکہ یہ بتاؤں

گا .... کہ میرے خیال میں اس کیس کا مجرم کون ہے۔"

"جلدی بتائیں۔" محمود نے کہا۔

"سرجالب۔" وہ بولے۔

"کیا کہا .... سرجالب .... نن نہیں .... یہ مجرم کس طرح ہو سکتے ہیں۔" کسی نے کہا۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ یہ مجرم ہو سکتے ہیں یا نہیں۔"

"تو پھر!" کئی آوازیں ابھریں

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے میرے خیال میں مجرم کے طور پر جس شخص کا نام آیا، وہ ہیں سرجالب ... میں نے خیال کیا تھا کہ سرجالب نے اپنے گھر میں چوری خود کی ہے .... لیکن پھر معاملہ افضل کبوری کی طرف چلا گیا .... اور افضل کبوری مجھے ہر طرح مجرم نظر آئے۔"

"کیا کہا .... ہر طرح .... لیکن کس کس طرح۔" افضل کبوری نے کبوری نے جھلا کر کہا۔

"اس طرح کہ .... آپ نے بقول سرجالب کے، ان سے ایک کروڑ روپے بطور قرض لے رکھے تھے ...۔"

"میں نے نہیں لیے .... یہ سرجالب کی غلط فہمی ہے ... بلکہ میں تو کہتا ہوں .... یہ بھی برین واش کا چکر ہے ... شاید ہے پروفیسر رشید ساجد نے ان کا دماغ بھی واش

کر دیا ہو۔"

"ہاں! یہ آپ بالکل ٹھیک نتیجے پر پہنچے...." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہا آپ نے۔"

"یہی کہ.... پروفیسر رشید ساجد نے سر جالب کا دماغ بھی الٹ دیا ہے.... اور ان کے دماغ میں یہ بات بھر دی کہ افضل کبوری نے ان سے ایک کروڑ روپے لیے تھے۔"

"لیکن اسے یہ بات دماغ میں بھرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ضرورت بس یہی تھی کہ ہم الجھ کر رہ جائیں.... چکر پہ چکر کھائیں.... اور کہیں مل کر نہ بیٹھیں.... دراصل مجرم شوباز ہے.... وہ سمجھتا ہے کہ اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا.... کوئی اس کا سراغ نہیں لگا سکتا.... حالاں کہ یہ صرف اس کی خوش فہمی ہے۔"

"آخر وہ کون ہے۔" کئی آوازیں ابھریں۔

"اور جب میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ نہ تو افضل کبوری مجرم ہے.... نہ سر جالب تو میں نے ادھر ادھر سے جائزہ لیا.... لیکن درست ترین نتیجے پر میں ہوٹل تارڈا کے کمرے کی تلاشی لینے کے بعد ہی پہنچا تھا۔"

"بہت خوب!" ایس پی صاحب مسکرائے۔

"اس کمرے میں مجرم کی وہ ہدایات موجود تھیں جو اس نے خطوط کی صورت میں رشید ساجد کو لکھے تھے.... غالباً جب رشید ساجد سناکا جیل میں ہوتا تھا، اس وقت ان کی بات بذریعہ خطوط ہوتی تھی.... لہٰذا ان خطوط میں ہے نا عجیب بات لکھا ہوا نظر آیا.... اور ہم جان گئے کہ یہ خطوط مجرم نے ہی لکھے ہیں.... اندازِ تحریر بھی وہی تھا...."

"لیکن آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آخر مجرم ہے کون...."

"میں اب اسی طرف آ رہا ہوں، اس کیس میں سب سے عجیب بات یہ تھی کہ آخر مجرم کے منتخب کیے ہوئے افراد جیل سے نکلنے کے بعد نہایت آسانی سے ملازم کس طرح ہو جاتے تھے.... جب کہ وہ رشوت بھی نہیں دیتے تھے.... جب کہ گوگا اور شوگا نے بتایا.... کہ انھیں بالکل کوئی رشوت نہیں دینا پڑی تھی...."

"ہاں واقعی.... یہ بات بہت اہم ہے۔" ایس پی بولے

"محکمہ خارجہ اور محکمہ داخلہ میں جو لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں.... وہ وزیر خارجہ اور وزیر داخلہ کی مرضی کے بغیر نہیں رکھے جاتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وزیر داخلہ کے محکمہ

ہیں وزیر خارجہ کی سفارش سے کسی کو ملازم رکھ لیا جائے یا
وزیر خارجہ کے محکمہ میں وزیر داخلہ کی سفارش سے کوئی آدمی
ملازم رکھ لیا جائے .... ہمارے پاس نام ہیں ... گوگا اور
شوگا .... اکی اور ٹامی .... اکی اور ٹامی کی ہمیں لاشیں
مل چکی ہیں.... باقی رہ گئے دو .... اور دونوں اس وقت
یہاں موجود ہیں .... گوگا اور شوگا محکمہ داخلہ میں ملازم تھے....
میں آپ کے سامنے ہی ان سے سوال کرتا ہوں " یہ کہہ کر
وہ ان کی طرف مڑے:

" کیوں بھئی .... تم بتانا پسند کرو گے کہ نامعلوم آدمی کی طرف
سے ہدایت ملنے کے بعد جب تم محکمہ داخلہ پہنچے .... تمہاری
کس نے سفارش کی تھی یا بغیر سفارش ہی ملازمت مل گئی
تھی "

" جی .... وہ .... ہمیں یہی بتایا گیا تھا کہ وزیر خارجہ نے
ہماری سفارش کی ہے۔

" کیا !!!" سب لوگ چلا اُٹھے

" یہ .... یہ کیا بکواس ہے .... میں کیوں کرتا تمہاری سفارش
میرا دماغ تو نہیں چل گیا تھا کہ تمہاری سفارش کرتا ....
میں تو تمہیں جانتا تک نہیں تھا "

" ہاں ! یہ ٹھیک ہے .... لیکن خفیہ طور پر مجھے پیغام ملا تھا.. بلکہ

خارجہ پہنچ جاؤں .... وہاں جا کر میں ڈائریکٹر صاحب سے مل
لوں اور بس .... میرا کام ہو جائے گا .... بعد میں ڈائریکٹر
صاحب نے بتایا تھا کہ میں وزیر خارجہ کی سفارش پر رکھا
گیا ہوں "

" کیوں مسٹر ثوبان نیر .... آپ کیا کہتے ہیں "

" اس میں شک نہیں کہ مجھے وزیر خارجہ نے فون کیا تھا..
بلکہ ان کا ایک رقعہ بھی ملا تھا ... افسوس ! میں نے اس رقعے
کو سنبھال کر نہیں رکھا "

" نن نہیں .... یہ غلط ہے " وزیر خارجہ بولے۔

" اگر یہ غلط ہے تو پھر صحیح کیا ہے جناب ؟ ہم صحیح
سننا پسند کریں گے "

" صحیح یہ ہے کہ میں نے کوئی سفارش نہیں کی تھی ان
دونوں کی "

" بہت خوب ! مان لیا ، آپ نے سفارش نہیں کی تھی....
لیکن اس کا کیا کیا جائے " انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

" کس کا کیا کیا جائے " انھوں نے الجھن کے عالم میں کہا۔

" اس کا کہ ہمیں جو خطوط ملے ہیں ... ان کی تحریر بالکل اس
تحریر سے ملتی جلتی ہے .... جو آپ نے پروفیسر رشید ساجد
کو لکھے تھے ....

"ن نہیں .... یہ کیسے ہو سکتا ہے .... وہ تو میں نے بائیں ہاتھ سے "

وہ کہتے کہتے رک گئے .... سب لوگ اچھل پڑے .... ان کے چہروں پر حیرت اور خوف دوڑ گئے .... پھر وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے .... اب ان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا سیاہ رنگ کا پستول تھا۔

"خبردار .... سب لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دیں "

"لیجیے جناب .... انھوں نے خود ہی اپنے آپ کو مجرم ثابت کر دیا " انسپکٹر جمشید نے چہکتی آواز میں کہا۔

"تم نے ہاتھ اُوپر نہیں اُٹھائے " مجرم نے غرّا کر کہا۔

باقی سب لوگوں نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے .... لیکن انسپکٹر جمشید نے نہیں اٹھائے تھے .... یہ دیکھ کر محمود فاروق اور فرزانہ نے بھی ہاتھ نیچے گرا دیے .... ان کی دیکھا دیکھی خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے بھی ایسا ہی کیا۔

" ہم کیا کریں گے ہاتھ اُٹھا کر .... ہم تو اب تک آپ کی رگ رگ سے واقف ہو چکے ہیں " فاروق نے منہ بنایا۔

" اچھی بات ہے .... سب سے پہلے میں تمھیں یہ نشانے بتاؤں گا "

" آپ سوچ .... لیں .... اس کا نتیجہ کیا ہو گا "

"نتیجہ تو ویسے بھی میرے حق میں اچھا نہیں نکلنے والا " وہ بولا "

" ہاں ! ٹھیک ہے .... لیکن نتیجہ اچھا بھی نکل سکت ہے "

" کیا مطلب .... وہ کیسے .... "

" ہم سے سودا کر لو "

" کک .... کس بات کا سودا "

" اس بات کا کہ اگر ہم آپ کو نکل جانے دیں تو آپ ہمیں کیا دیں گے "

" جو تم کہو .... شاید تم سوچ بھی نہ سکو .... میں تمھیں اتنا دے سکتا ہوں "

سوچنے کی بھی ایک حد ہے .... بھلا سوچنا ہمارے لیے ایک مشکل ہے " فاروق نے منہ بنایا۔

" انسپکٹر جمشید .... یہ ہم کیا سن رہے ہیں " پروفیسر داؤد نے غصے میں آ کر کہا۔

" بس سنتے رہیں .... اور اس وقت دخل نہ دیں " انسپکٹر جمشید کی سرد آواز نے انھیں چونکا دیا "

" ہاں جلدی بات ختم کر دیں .... میرے پاس وقت کم ہے .... لیکن تم ان سب لوگوں کا کیا کرو گے "

"ان کی بات آپ چھوڑیں .... مجھ سے بات طے کریں۔"

"لیکن میں کیوں سودا کروں۔ پستول تو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے .... اور میں تم سب کو نشانہ بنا کر چلتا بنوں گا۔"

"اگر ایسا کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے .... پہلے آپ کر لیں۔"

اس نے سب سے پہلے انسپکٹر جمشید کا ہی نشانہ لیا اور ٹریگر دبا دیا .... انسپکٹر جمشید نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی .... جب کہ باقی سب لوگ گھبرا گئے ..... لیکن اس وقت وہ مسکرا دیئے .... جب انھوں نے دیکھا کہ پستول کی نالی سے کوئی گولی نہیں نکلی تھی۔

"اب میں اتنا بھی احمق نہیں ..... کہ جس شخص کو مجرم ثابت کرنے والا تھا .... اس کی جیب میں بھرا ہوا پستول بھی رہنے دیتا۔ لہذا میں نے پروگرام شروع ہونے سے پہلے ہی آپ کا پستول جیب سے نکال کر خالی کر دیا تھا۔"

"لیکن .... لیکن .... مجھے وزن کم ہونے کا احساس کیوں نہ ہو سکا۔"

"میں نے آپ کا پستول نکالا اور اپنا آپ کی جیب میں ڈال دیا .... دونوں پستول ایک جیسے ہیں .... اور میں آپ

کے پاس یہ پستول پہلی ہی ملاقات کے موقع پر دیکھ چکا تھا۔"

"اوہ نہیں۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"اب نہ کریں یا ہاں .... ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تو پہننا ہوں گی .... پھر ہم آپ سے تمام چوریاں بھی اگلوائیں گے اور تمام مال و اسباب بھی .... اور تمام فائلیں بھی۔"

اس نے جھلا کر خالی پستول ان کے سر پر کھینچ مارا .... لیکن انسپکٹر جمشید نے اسے کرکٹ کی گیند کی طرح کیچ کر لیا ....

"لیکن جمشید .... اب یہ لوگ درست حالت میں کس طرح آئیں گے .... میرا مطلب ہے .... جن لوگوں کی برین واشنگ کی گئی ہے۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"ماہر نفسیات سے ان کا علاج کرانا ہو گا ....۔" انھوں نے کہا۔

"مجرم نے اپنے خلاف تمام ثبوت مکمل کر دیئے .... اس کمرے میں خفیہ طور پر وڈیو فلم بھی بن رہی ہے۔"

"نن .... نہیں۔" اس نے چیخ کر کہا۔

پھر اس کا چہرہ لٹک گیا ...... لٹکے ہوئے چہرے پر سیاہی دوڑ گئی .... اور انھیں یوں لگا جیسے وہ اب کبھی بھی اپنا سر نہیں اٹھا سکے گا۔

"اب ہم کب تک اس کے سر اٹھانے کا انتظار کریں گے.... کیوں نہ ہم یہاں سے چل دیں.... آخر گھر میں بھی تو کھانے کی میز پر ہمارا انتظار ہو رہا ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

وہ مسکراتے ہوئے اُٹھنے لگے۔

فائدے کی بات

○ ان شاء اللہ آیندہ ماہ آپ "تیسواں خاص نمبر" برف کے اس پار" (۲۰ روپے) "تیسرا آدمی" (۱۰ روپے)، "جبرال کا منصوبہ" (۳۰ روپے)، "اتی ابو مقابلہ" (۴/۵۰ روپے)، "چمن چچا" (۴/۵۰ روپے)، "خونی سیر" (۴/۵۰ روپے) اور "چور کے دانت" (۴/۵۰ روپے) پڑھیں گے۔

○ ان تمام کتب کی کُل قیمت ۱۳۰ روپے بنتی ہے، لیکن براہِ راست ادارے سے منگوانے پر آپ کو یہ تمام کتب ۱۰۵ روپے کی ملیں گی۔

○ اگر آپ اشتیاق احمد کا نیا خاص نمبر "برف کے اس پار" منگوانا چاہتے ہیں تو ادارہ آپ سے ۲۰ روپے کی بجائے صرف ۶۰ روپے وصول کرے گا۔ ناول بذریعہ وی پی پی ارسال کیے جاتے ہیں۔

○ پوسٹ مین آپ سے رعایتی قیمت سے ۵ روپے زائد وصول کرے گا۔ اس طرح بھی آپ کو ناول گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ خاص نمبر پر ۰ روپے اور مکمل سیٹ پر ۲۰ روپے کی بچت ہو گی۔

○ ہے نا فائدے کی بات۔ خط لکھ کر آرڈر نوٹ کروائیں۔ شکریہ!

آرڈر بھیجنے کا پتا:

اشتیاق پبلی کیشنز۔ ۱۲/۹ نصیر آباد۔ سانده کلاں۔ لاہور (فون ۲۲۱۵۳۴۱)

آیندہ خاص نمبر کی جھلکیاں

۲۰ جون کو پڑھیے | قیمت ۷۲ روپے

ایک بار پھر ایک اور بڑا خاص نمبر

تیسواں خاص نمبر

محمود، فاروق، فرزانہ، انسپکٹر جمشید، آفتاب، آصف، فرحت، انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کی مشترکہ مہم

برف کے اس پار

مصنف: اشتیاق احمد

- فاروق احمد بھٹی اپنی چیک پوسٹ پر کھڑا تھا کہ ایک عجیب کار آ کر رُکی۔
- اس نے اس کار کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا — اس نے زندگی میں پہلے کبھی ایسی کار نہیں دیکھی تھی۔
- کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے — اور ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔
- اس نے انگلی سے شیشہ بجایا، جونہی شیشہ ذرا سا نیچے سرکایا گیا — وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔
- اس واقعے نے ہل چل سی مچا دی۔
- محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھی اس چیک پوسٹ کو چیک کرنا پڑا۔
- اس جیسی کار پھر آئی — محمود نے شیشہ نیچے سرکانے کا اشارہ کیا — جونہی شیشہ نیچے سرکا، وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔
- انسپکٹر جمشید اس وقت شہر سے بہت دور تھے — بلکہ انھیں بہت دور بھیج دیا گیا تھا — کیوں؟
- کمرے میں ان کے علاوہ کوئی اور بھی موجود تھا، لیکن وہ کوئی اور انھیں نظر نہیں آ رہا تھا، جب کہ کمرے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔

- فون کی گھنٹی بجی — محمود نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے کہے گئے جملے آپ کو حیرت میں مبتلا کر دیں گے۔
- پھر شہر میں ایک نئی مخلوق دکھائی دی — جو اس دنیا کی مخلوق ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔
- پُر اسرار ماچس نما ڈبیا کیا چیز تھی جو ان کے ہاتھ لگی۔
- اس کار کو تباہ کرنے کی ان کی ہر کوشش ناکام — اندر بیٹھی مخلوق کو بھی وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔
- اور جب انسپکٹر جمشید واپس آئے تو —
- انھیں خفیہ طریقے سے ایک نامعلوم مقام کی سیر کرائی گئی تھی۔
- اور جب انھوں نے اس نامعلوم مقام کے بارے میں بتایا تو حیرت میں اور اضافہ ہو گیا۔
- انھوں نے اس کار کو ہیلی کاپٹر کی طرح اوپر اٹھتے دیکھا۔
- انشارجہ میں دنیا کے تمام ملکوں کا اجلاس — اس اجلاس میں محمود، فاروق اور فرزانہ کی شرکت کیا رنگ لائی —
- ایک خاص عمارت میں وہ کانفرنس بلائی گئی تھی۔
- وہاں چیکنگ کے زبردست انتظامات کیے گئے تھے، لیکن ...
- لیکن انسپکٹر جمشید ان انتظامات سے مطمئن نہ ہو سکے

اور پھر — حیرت پر حیرت —

○ انسپکٹر جمشید کا نئی مخلوق سے سنسنی خیز مقابلہ — اس قدر حیرت انگیز مقابلہ آپ نے پہلے کبھی نہ پڑھا ہوگا۔

○ انسپکٹر جمشید نے جو شکار مارا — وہ کیا تھا۔

○ انسپکٹر کامران مرزا کے گھر ایک اجنبی کی آمد۔

○ وہ انھیں بہت خاص بات بتانا چاہتا تھا۔

○ اس کا نام جیری گوم تھا۔

○ وہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا — سپنس ہی سپنس —

○ لیکن اسے ان کے گھر میں قتل کر دیا گیا اور وہ وہ راز انھیں نہ بتا سکا۔

○ انسپکٹر کامران مرزا اس راز کی تلاش میں نکلتے ہیں۔

○ پھر کیا وہ راز جان سکے —

○ راز کی تلاش انھیں کہاں سے کہاں لے گئی — ایک حیرتوں سے لبریز سفر —

○ جیری گوم کی بیوہ سے ان کی ملاقات —
اس نے انھیں کیا بتایا —

○ جیری گوم ایک بہت اہم آدمی تھا، لیکن ...

○ انھیں ایک خوفناک قید خانے میں قید کر دیا گیا —

○ وہاں سے نکلنے کا کوئی راستا نہیں تھا۔

○ ایسے میں فرحت نے کیا ترکیب بتائی۔

○ پھر کیا وہ اس ترکیب پر عمل کر کے اس قید خانے سے نکلنے میں کامیاب ہوئے —

○ جب آفتاب ایک درخت پر چڑھا — درخت کے نیچے دشمن فوجی تھے اور درخت کے اوپر ایک سیاہ سانپ —

○ ایک آسیب زدہ کھنڈر سے ملاقات —

○ کھنڈر میں کون لوگ تھے —

○ وزیرِ خارجہ کے ساتھ انھوں نے کیا سلوک کیا —

○ سمندر کا سفر — کس قدر ہولناک ثابت ہوا — وہ سفر انھیں کہاں لے گیا۔

○ انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کی ملاقات کن حالات میں ہوئی —

○ شوکی برادرز کی ملاقات ایک اجنبی سے —

○ نواب فوری اور سیٹھ امرو کون تھے؟

○ ایک پُر اسرار کنواں — جس میں جو بھی اترتا تھا، غائب ہو جاتا تھا — لیکن پھر بھی اُترنے کا سلسلہ بند نہ کیا جا سکا — یہاں تک کہ ...

○ یہاں تک کہ انھیں بھی اُترنا پڑا —

- ○ وہ شہر سے غائب تھے — انھیں تلاش کیا جا رہا تھا اور وہ — وہ کہاں تھے —
- ○ شوکی برادرز کو فون پر دھمکی ملی کہ غداری کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ —
- ○ انھیں پیراشوٹوں کے ذریعے ایک جنگل میں اُتار دیا گیا —
- ○ وہ جنگل آدم خوروں کا تھا —
- ○ اور جب آدم خوروں نے شوکی برادرز کو کھانے کا پروگرام بنایا —
- ○ ان آدم خوروں کا سردار کون تھا — آپ یقیناً حیران رہ جائیں گے — جب سردار آپ کے سامنے آئے گا —
- ○ وہ تین دن اور تین رات مسلسل سوتے رہے، کیوں؟
- ○ جیکال اور بلیک کنگ بالکل نئے رُوپ میں —
- ○ شوکی برادرز نے اپنی زندگی کا ناقابلِ یقین منظر دیکھ —
- ○ کھربوں کی تعداد میں وہ مخلوق ایک جگہ جمع تھی —
- ○ وہ مخلوق کیا چاہتی تھی —
- ○ ساری دُنیا پر نئی مخلوق کا خوف —
- ○ برف کے اس پار کیا تھا؟ ایک ہیبت ناک سوال —
- ○ جزیرے پر ایک پُراسرار مینار — مینار میں نیلی روشنی —
- ○ جب اوے اڑے کی آوازیں گونجیں —

- ○ اور جب ناریلوں کے ٹکرانے کی آوازیں گونجیں —
- ○ انسپکٹر جمشید پارٹی کی ان دونوں پارٹیوں سے مُلاقات کن حالات میں ہوئی —
- ○ ایک پُراسرار جنگل — جس کے ایک سرے پر برف کی ایک بہت طویل دیوار موجود تھی —
- ○ برف کی اس دیوار میں لوہے کا ایک میل لمبا پائپ تھا — جس میں انھیں سفر کرنا پڑا —
- ○ اس سفر کی کہانی آپ کو پُرہول لگے گی —
- ○ برف کے اس پار کیا تھا — وہ سب یہ جاننے کے لیے بے چین تھے، آپ بھی بے چین ہو جائیں گے، گویا خود کو ان کے ساتھ محسوس کریں گے —
- ○ تمام اہم خاص نمبروں کی یاد تازہ کر دینے والا خاص نمبر —
- ○ جب رات آگ کے دائرے میں گزارنا پڑی —
- ○ انسپکٹر جمشید پارٹی سے ان کی مُلاقات کن حالات میں ہوئی — حیرت پر حیرت —
- ○ اس وادی میں جب راکڈوم اترا —
- ○ جیکال ○ بلیک کنگ ○ اشماریہ — تین بڑے نام — تین بین الاقوامی مجرم — اس بار ایک مخلوق کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں —

- سمندر کے کنارے کی طرف ایک عجیب شور گونجا۔
- وہاں ایک وہیل موجود تھی ۔ وہیل ۔ انھیں ایک بہت بڑی چٹان نظر آئی ، لیکن ...
- لیکن جب وہیل کی آنکھ کا نشانہ لیا گیا تو کیا بات سامنے آئی ۔
- لوہے کے پائپ کا سفر۔
- اس سفر کے بعد ان پر کیا گزری ۔
- ایک پُراسرار عمارت ان کے استقبال کے لیے تیار تھی ۔
- اس عمارت میں کیا تھا۔
- پروفیسر داؤد میدانِ عمل میں ۔
- محاورات ، ضرب الامثال اور شوخ باتوں کی جنگ ۔
- اس وادی میں انھیں زندگی اور موت کی لڑائی جیکان اور بلیک کنگ سے لڑنا پڑی ۔
- آخر میں جب اشمادیہ میدانِ جنگ میں اتری ۔ تو منظر کیا تھا۔
- آخری لمحات میں اشمادیہ کا ہولناک وار ۔
- اور جب پروفیسر داؤد اس کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہو گئے ۔
- منور علی خان اپنی شکاری رسی کا کمال دکھانے پر مجبور

ہو گئے ۔
- ایک ہولناک سوال ان سب کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑا تھا ۔
- وہ سوال کیا تھا ۔ اس کا جواب انھوں نے کس طرح تلاش کیا ۔
- فرزانہ ، فرحت اور رفعت کو ترکیب سوجھنے کی دعوت ، لیکن اس بار انھیں اپنے دماغ بالکل خالی محسوس ہوئے ۔
- اور پھر ترکیب کس نے بتائی ؟
- اور ترکیب تھی کیا ۔ آپ بے ساختہ مسکرا دیں گے ۔
- خاص نمبر میں ایسے لمحات بار بار آئیں گے ، جب آپ کے سانس اُوپر کے اُوپر اور نیچے کے نیچے رہ جائیں گے ۔
- اشتیاق احمد ایک بار پھر ضخامت کی طرف گامزن ۔ قریباً ۹۰۰ صفحات کا خاص نمبر۔
- ضخامت کی وجہ سے خاص نمبر کی قیمت ۲۰/۰۰ روپے ہو گی ۔
- آج ہی خریدنے کی تیاری کر لیں ۔ اور اپنی کاپی محفوظ کرانے کے لیے ابھی اپنا آرڈر نوٹ کرا دیں ۔ بصورتِ دیگر سابقہ روایات کے پیشِ نظر کہیں کچھ قارئین کو ہاتھ نہ ملنا پڑیں ۔

آیندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ جون کو پڑھیے — قیمت ۱۰ روپے

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۹

تیسرا آدمی

مصنف: اشتیاق احمد

- دس سال پرانا ناول جو ایک مدت سے ختم تھا۔
- بے شمار قارئین اسے دوبارہ شائع کرنے کے لیے خط لکھ چکے ہیں۔
- اب نئے سرورق اور نئی آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔
- محمود، فاروق اور فرزانہ کے شوخ جملے آپ کو مسکرانے پر مجبور کر دیں گے۔
- آپ کے محبوب کردار مجرموں تک کیسے پہنچے؟
- تیسرا آدمی کون تھا؟
- حیرتوں کا طوفان لیے ایک یادگار ناول۔

اشتیاق احمد کی زندگی کا پہلا خاص نمبر

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ، انسپکٹر جمشید

— اور —

آفتاب، آصف، فرحت، انسپکٹر کامران مرزا

کا مشترکہ کارنامہ

۲۰ جون کو پڑھیے — قیمت ۳۰ روپے

انسپکٹر جمشید سیریز ۲۰

جیرال کا منصوبہ

مصنف: اشتیاق احمد

○ یہ خاص نمبر ایک مدت سے ختم تھا۔ اس کی اشاعت کے لیے آپ نے بار بار خطوط لکھے۔

○ آپ کے خطوط کے احترام میں، ایک بار پھر اسے، نئے سرورق کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

○ انسپکٹر جمشید پارٹی اور انسپکٹر کامران مرزا پارٹی کی ملاقات انوکھے حالات میں ہوئی۔

○ اور پھر منور علی خان بھی تو اپنی تمام تر شکاری صلاحیتوں کے ساتھ موجود ہیں۔

○ سب سے بڑھ کر یہ کہ جیرال ان کے مقابلے میں آ رہا ہے۔

○ صرف جیرال ہی نہیں — کالی آنکھ بھی — گویا دو خوفناک مجرم آپ کے محبوب کرداروں سے ٹکرائیں گے — وہ دونوں مل کر آپ کے کرداروں کا ناطقہ کس طرح بند کرتے ہیں — سنسنی خیز لمحات — آپ کو اپنے سانس سینوں میں اٹکتے محسوس ہوں گے —

○ جیرال کا منصوبہ کیا تھا؟ آپ سکتے میں رہ جائیں گے —

○ آپ کے کردار آپ کو ایسی وادی میں لے جائیں گے، جہاں سے نکلنا جان جوکھوں کا کام تھا —

○ انسپکٹر جمشید کا جیرال سے خوف ناک مقابلہ —

○ جب کہ انسپکٹر کامران مرزا اور کالی آنکھ آمنے سامنے آئے۔

○ محمود، فاروق، فرزانہ، آفتاب، آصف اور فرحت مختلف پارٹیوں میں کس طرح تقسیم ہوئے۔ آپ مسکرائیں گے۔ ہنسیں گے۔

○ شوخیاں آپ کو اپنی پلیٹ میں لے لیں گی۔

○ سیکڑوں جنگلی ان پر تیروں کی بارش کرتے نظر آئیں گے۔

○ اور اس ہولناک وادی میں ان کے پاس دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں تھا۔

○ تب پھر انھوں نے مقابلہ کس طرح کیا۔

○ ایک دلچسپ صورتِ حال۔

○ وہ خاص نمبر — جو پہلی بار چھپا اور ہاتھوں ہاتھ بک گیا۔ جسے "جیرال کا پہلا خاص نمبر" کا نام دیا گیا۔

○ حیرتوں کا طوفان لیے ایک کہانی۔

○ آخر میں آپ دھک سے رہ جائیں گے۔

○ ناول محدود تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے، لہٰذا آپ اپنی کاپی آج ہی محفوظ کروا لیں — پھر نہ کہیے گا، ہم تو ہاتھ ملتے رہ گئے۔

○ آپ کو خبردار کر دینا میرا فرض تھا۔ یہ آئندہ جلد شائع نہیں کیا جا سکے گا۔

عیسائیوں سے چند سوالات

اِن دنوں عیسائی عیسائیت کا لٹریچر بہت پھیلا رہے ہیں۔ اسباق کی صورت میں انجیل مسلمانوں کے گھروں تک پہنچائی جا رہی ہے۔ کرسچین ہسپتالوں میں مریضوں کو جن پرچیوں پر دوائیں لکھ کر دی جاتی ہیں، ان کی پشت پر بھی عیسائیت کی تعلیم لکھی نظر آتی ہے۔ ایک اسلامی مُلک میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے، حیرت اور افسوس کا مقام ہے۔ بہرحال میں اپنے قارئین کو خبردار کرنا اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔ اگر آپ کو بھی ایسے اسباق ڈاک کے ذریعے ملیں، جن میں انجیل کی تعلیم ہو تو ان کی طرف توجہ نہ دیں، کیونکہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انجیل پڑھنے کو بھی پسند نہیں فرمایا تھا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ انجیل پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا تھا: "کیا تمھارے لیے قرآن کافی نہیں۔" سو ان لوگوں کو بھی یہی جواب دیا جائے کہ ہمارے لیے ہمارا قرآن کافی ہے، بلکہ تم لوگ بھی قرآن میں غور کرو۔

دُوسرے یہ کہ عیسائیوں سے چند سوال ضرور پوچھیں۔ وُہ ان

کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ اور جب وُہ جواب نہیں دے سکیں گے، تو پھر آپ کو انجیل کے اسباق بھی ارسال نہیں کریں گے۔ یہ بات دُوسروں تک پہنچائیں۔ یہ دین کی خدمت ہوگی۔

عیسائیوں سے سوالات

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صرف ایک انجیل اُتری تھی یا کئی انجیلیں؟
- اگر ایک انجیل اُتری تھی تو آج پانچ چھے کیوں ہیں؟
- ان انجیلوں پر مصنفوں کے نام کیوں درج ہیں۔ اللہ کے کلام پر دُنیا کے مصنف کے نام کا کیا جواز؟
- تمام انجیلیں ایک دُوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟

ہمارا دعویٰ ہے کہ موجودہ انجیلوں میں سے کوئی کتاب الہامی کتاب نہیں۔ آج دُنیا میں صرف اور صرف قرآنِ کریم الہامی کتاب ہے، جس کے زیر زبر میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ قیامت تک آئے گا۔ یہ عیسائیوں کو چیلنج ہے۔ اور جب عیسائیوں کی کتاب ہی آسمانی کتاب نہیں تو عیسائی مذہب کس طرح درست ہوا۔

نئی نسل
نیا ادب
ISHTIAQ AHMAD'S
Rs. 4-50
ISHTIAQ AHMAD'S
Rs. 4-50
ISHTIAQ AHMAD'S
Rs. 4-50
ISHTIAQ AHMAD'S
Rs. 4-50
اشتیاق پبلی کیشنز
321537

اشتیاق احمد
کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا، مزاح و جاسوسی
سے بھرپور ناول
اس ماہ کے ناول
۲۹۴ — چھوٹا مجرم
۲۹۵ — زندہ مقتول
۲۹۶ — آخری تیر
خونی جیل
خونی دھماکے
انگلی کی قیمت
دوسرا چور
خوفناک امتحان
فون کی چوری
آئندہ ماہ کے ناول
۳۰ — برف کے اس پار تینوں پارٹیوں کا مشترکہ خاص نمبر ۴۲ روپے
۱۹ — تیسرا آدمی انسپکٹر جمشید سیریز ۱۰
۲۰ — چیال کا منصوبہ ۳۰
۹ — امی ابو مقابلہ کہانیوں کا نیا سلسلہ ۳/۵۰
۱۰ — وحشی چچا ۳/۵۰
۱۱ — خونی سیر ۳/۵۰
۱۲ — چور کے دانت ۳/۵۰
اشتیاق پبلی کیشنز
۹/۱۲ نصیر آباد — مسلم پورہ — ساندہ کلاں، لاہور — فون: ۳۲۱۵۳۷
برانچ آفس
بازار دھاراں — جھنگ صدر — فون: ۳۲۹۵